انصار اللہ

فروری ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

مجلس عاملہ انصار اللہ۔ پاکستان ۱۹۹۷ء

حضرت امام جماعت احمدیہ خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے برائے سال ۱۳۷۶ ہش / ۱۹۹۷ء کیلئے مندرجہ ذیل مجلس عاملہ انصار اللہ پاکستان کی منظوری عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو احسن رنگ میں خدمتِ دین اور سلسلہ کا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(چوہدری حمید اللہ۔ صدر مجلس انصار اللہ پاکستان)

اراکین خصوصی: ۱۔ مکرم مرزا عبد الحق صاحب ۲۔ مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب

اراکین مجلس عاملہ:

۱۔	مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب	نائب صدر اوّل
۲۔	مکرم ڈاکٹر لطیف احمد صاحب قریشی	نائب صدر
۳۔	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب	نائب صدر
۴۔	مکرم سیّد خالد احمد شاہ صاحب	نائب صدر صف دوم
۵۔	مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب	قائد عمومی
۶۔	مکرم ڈاکٹر عبد الخالق صاحب	قائد تعلیم
۷۔	مکرم محمد اعظم اکسیر صاحب	قائد اصلاح و ارشاد
۸۔	مکرم ملک منور احمد صاحب جاوید	قائد تربیت
۹۔	مکرم لطیف احمد صاحب جھمٹ	ایڈیشنل قائد تربیت (نو مبائعین)
۱۰۔	مکرم سمیع اللہ زاہد صاحب	قائد تعلیم القرآن
۱۱۔	مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب	قائد اشاعت
۲۔	مکرم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب	قائد ذہانت و صحت جسمانی
۱۳۔	مکرم سید قاسم احمد صاحب	قائد ایثار
۱۴۔	مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب	قائد تجنید
۱۵۔	مکرم منور شمیم خالد صاحب	قائد وقف جدید
۱۶۔	مکرم خالد محمود الحسن صاحب بھٹی	قائد تحریک جدید
۱۷۔	مکرم عبد الرشید غنی صاحب	قائد مال
۱۸۔	مکرم قریشی محمد عبد اللہ صاحب	آڈیٹر
۱۹۔	مکرم مولوی محمد صدیق صاحب گورداسپوری	زعیم اعلیٰ، ربوہ

احمدی انصار کی تربیت کے لئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

تبلیغ ۱۳۷۶ ہش

فروری ۱۹۹۷ء

ایڈیٹر

نصر اللہ خاں ناصر

پبلشر: چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر: قاضی منیر احمد

مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ

مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ انصار اللہ

دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

اس ماہ کے شمارہ میں

جلد نمبر ــــــــ ۳۸

شمارہ نمبر ــــــــ 2

شرح چندہ

پاکستان ــــــــ ساٹھ روپے سالانہ

قیمت فی پرچہ ــــــــ چھ روپے

اداریہ

پیشگوئی مصلح موعود - ایک عظیم الشّان نشان آسمانی

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی صداقت کا چمکتا ہوا نشان

حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام نے متلاشیانِ حق کو دعوت دی کہ وہ قادیان میں میرے پاس قیام کریں اور اس عرصہ میں اگر اللہ تعالیٰ میری صداقت میں کوئی واضح نشان نہ دکھائے تو وہ بے شک مجھے صادق قرار نہ دیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہر سچائی روشن سورج کی طرح خود اپنی دلیل ہوتی ہے۔ اور خدا کا قرب اس صداقت کی آپ دلیل ہے۔

حضرت اقدس علیہ السلام کی اس دعوت پر قادیان کے آریہ سماجیوں نے مطالبہ کیا کہ آپ متلاشیانِ حق کو قادیان آکر نشان دیکھنے کی دعوت دیتے ہیں تو ہم جو آپ کے قریب رہتے ہیں۔ ہم کیوں محروم ہیں۔ ہمیں نشان دکھایا جائے۔ چنانچہ ان کے اس مطالبہ پر حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے عالمگیر مشن کے پیشِ نظر ایک عالمگیر حیثیت رکھنے والا نشان پیش کیا۔ اس غرض کیلئے حضرت اقدس علیہ السلام نے ہوشیارپور میں جاکر چالیس روز گوشہ نشینی میں گزارے۔ شب و روز جناب الٰہی کے حضور دعائیں اور التجائیں کیں۔ اور ایک نشانِ رحمت مانگا۔ چنانچہ اس چلّہ کشی کے اختتام پر حضرت اقدس علیہ السلام نے بذریعہ اشتہار اعلان فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میری تضرعات کو سنا اور میری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی۔ اور صفاتِ حسنہ سے متّصف ایک عظیم الشان فرزند کی خبر دی۔ جو غیر معمولی صفات رکھنے والا ہوگا۔ اور دینِ حق کی خدمت سے زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ یہ فرزند جلیل صاحبِ عظمت و شوکت ہوگا۔ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ کلام اللہ کے شرف اور مرتبہ کا ظہور اس سے ہوگا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ یہ خلاصہ ہے اس عظیم الشّان پیشگوئی کا۔ گویا یہ پیشگوئی محض ایک فرزند کی ولادت کی خبر نہ تھی بلکہ ایک عظیم الشان فرزند کے ظہور کی خوشخبری تھی جس کے آنے سے ایک روحانی انقلاب برپا ہونا تھا۔ اس پیشگوئی کی وضاحت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیئے کہ یہ صرف پیشگوئی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلّ شانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف و رحیم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و عظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان ایک مُردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ و اولیٰ و اکمل و افضل و اتم ہے۔ کیونکہ مُردہ

کے زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جنابِ الٰہی میں دعا کر کے ایک رُوح کو واپس منگوایا جائے۔ اور ایسا مُردہ زندہ کرنا حضرت مسیحؑ اور بعض دیگر انبیاء علیہم السّلام کی نسبت بائبل میں لکھا گیا ہے۔ جس کے ثبوت میں معترضین کو کلام ہے ...
...... مگر اس جگہ بفضلہ تعالیٰ واحسانہ و ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت رُوح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔ سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیائے موتیٰ کے برابر معلوم ہوتا ہے۔ مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مُردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔ مُردہ کی بھی رُوح ہی دعا سے واپس آتی ہے۔ اور اس جگہ بھی دعا سے ایک رُوح ہی منگائی گئی ہے۔ مگر اُن رُوحوں اور اس رُوح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔"

(تبلیغِ رسالت جلد اول صـ ۷۳-۷۴)

حضرت اقدسؑ کی اس وضاحت سے پیشگوئی "پسرِ موعود" کی شان دوبالا نظر آتی ہے۔ کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے دینِ حق کی سچائی اور حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض و برکت اور صداقت ثابت ہوتی ہے کہ آپؑ نے مسیح موعودؑ کے ایک عظیم فرزند کی ولادت کی خبر دی۔ جو دورِ آخرین میں پوری ہوئی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے بالمقابل آریہ سماج کے ایک پنڈت لیکھرام پشاوری نے یاوہ گوئی اور استہزاء و تمسخر سے کام لیا کہ پیشگوئی کے ہر جملہ کو منفی رنگ میں پیش کیا۔ اور یہاں تک کہا کہ جس بیٹے کی ۹ سال کے اندر ولادت کی خبر دی گئی ہے۔ نُو سال تو دُور کی بات ہے۔ مرزا صاحب کا سلسلہ تین سال کے اندر اندر نابُود ہو جائے گا۔ مگر خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ وہ فرزند پیدا ہوا۔ اس معاند کی آنکھوں کے سامنے وہ "موعود" نشوونما پاتا رہا..... اور حضرت مسیح موعودؑ کا سلسلہ بڑھتا رہا۔ جبکہ لیکھرام جھوٹی تمنائیں اور بُغض و عناد سینے میں لئے اپنے انجام ہلاکت کو پہنچا۔

آسمانی بشارتیں کس شان سے پوری ہوئیں ان کا ظہور اظہر من الشّمس ہے۔ اور قادرِ مطلق کی تجلیات کا ثبوت ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ مَیں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

قرارداد تعزیت بروفات محترم مکرم پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور دلائل و نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔" (تجلیاتِ الٰہیہ)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عظیم الشان پیشگوئی کے ایک نمایاں مصداق محترم المقام پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب دین و دنیا کے لحاظ سے ایک انتہائی خوش نصیب شخصیت تھے۔ نابغۂ روزگار انسانیت کے سچے خادم تھے۔ حضرت چوہدری محمد حسین صاحب کے مخلص احمدی گھرانہ کی پاکیزہ فضا میں آنکھیں کھول کر یہ قابلِ فخر سپوت ابتدائی کلاسز سے ایم اے تک اوّل پوزیشن کے ساتھ کامرانیوں کی منزلیں طے کرتا ہوا اپنے عروج کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ کیمبرج یونیورسٹی کا علمی کورس مختصر عرصہ میں مکمل کر کے میدانِ علوم و سائنس میں آپ ایک نشان بنتے گئے۔ بے شمار بین الاقوامی انعامات اور ایوارڈز حاصل کرتے ہوئے آپ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر خوب سے خوب تر کی مثال بنتے گئے۔ ۳۶ یونیورسٹیوں کی طرف سے ڈگریاں، اعزازات اور ایوارڈز حاصل کئے۔ چوبیس (۲۴) اکیڈمیز اور سوسائٹیوں کے منتخب فیلو بنے۔ تیسری دنیا کیلئے تو آپ کا وجود سائنسی علوم کے احیاءِ نو کا ذریعہ ثابت ہوا۔ آپ کے قائم کردہ ادارہ سے تیسری دنیا کے ہزاروں سائنسدان فیضیاب ہوئے۔ فزکس میں نوبل انعام آپ کی خداداد اور غیر معمولی قابلیت کا عظیم اعتراف ہے۔ سینکڑوں مقالات اور تصانیف آپ کی دائمی یاد ہیں۔

محترم پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب کی وفات جماعت احمدیہ، ملک و قوم اور انسانیت کے لئے ایک غیر معمولی صدمہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم و قادر اپنے کرم و قدرت سے اس خلاء کو پُر فرمائے، مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں ارفع مقام سے نوازے اور آپ کے جملہ اہل و عیال اور عزیز و اقارب کو صبرِ جمیل بخشے۔ آمین

مجلس انصار اللہ پاکستان اس صدمہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ، آپ کی ہر دو اہلیہ، بچگان، بہن بھائیوں اور عالمگیر جماعت احمدیہ سے تعزیت کا اظہار کرتی ہے۔

(صدر
مجلس انصار اللہ پاکستان)

امام الکلام

"رحمت کا نشان"

سیّدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السّلام اشتہار ۲۰ ، فروری ۱۸۸۶ء میں فرماتے ہیں :۔

"بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہٖ عزّ و جلّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا :۔

"میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرّعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لُدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے..... سو بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنمو ائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدّس رُوح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نُور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ اس دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزندِ دلبند گرامی ارجمند مظہر الاوّل والآخر مظہر الحق والعلاء کانّ اللہ نزل من السّماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نُور آتا ہے نُور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی رُوح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔"

(تبلیغِ رسالت صفحہ ۵۸ تا ۶۰ و مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۲)

کلام الامام

صاحب عظمت و شکوہ ۔ فرزندِ جلیل

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پیشگوئی مصلح موعود کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

''پس یہ امر خوب ذہن نشین رہے کہ محض ایک بیٹے کی ولادت کی پیشگوئی نہیں کی گئی ایک ایسے فرزند جلیل کی پیشگوئی کی گئی ہے جو عمر پانے والا ہوگا۔ نہایت ذکی اور فہیم ہوگا۔ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ وہ علوم ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ کلام اللہ یعنی قرآن کریم کا نہایت گہرا فہم اس کو عطا ہوگا اور اس خداداد فہم سے کام لے کر وہ قرآن کی ایسی عظیم الشان خدمت کی توفیق پائے گا۔ کہ کلام اللہ کا مرتبہ دنیا پر ظاہر ہو۔ وہ اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا وہ عالم کباب ہوگا یعنی اس کے دورِ حیات میں ایسی عالمگیر تباہیاں آئیں گی جو سب دنیا کو معجون کر رکھ دیں گی۔ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔

کیا یہ تمام صفات اور ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات جو اس موعود بیٹے کی بیان کی گئی ہیں محض ایک کے بعد دوسرے رُونما ہونے والے اتفاق پر آس لگا کر بیان کی جا سکتی ہیں؟

وہ شخص جس کی اپنی زندگی خطرے میں ہو جس کی اپنی شہرت اور اس کے سلسلہ کی بقا دنیا کی نظر میں چند دن کا کھیل ہو۔ جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جا رہا ہو کہ خدا پر افتراء کرنے والا ہے اور اس جرم کی پاداش میں خدا کا قہری ہاتھ اسے آج یا کل اس طرح نیست و نابود کرنے والا ہے کہ صفحۂ ہستی سے ہمیشہ کے لئے اس کا نشان مٹ جائے گا۔ اگر وہ مرد صادق نہ ہوتا تو کیسے ممکن تھا کہ ان حالات میں وہ ایسے عظیم الشان اور بے نظیر، صاحبِ عظمت و شکوہ بیٹے کی ولادت کی پیشگوئی کرنے کی جرأت کرتا جس کے پورا نہ ہونے کے ظاہری امکانات پورا ہونے کے امکانات سے ہزاروں گنا بڑھ کر تھے۔

اس حقیقت سے آنکھیں بند کرنا انصاف کا خون کرنا ہے کہ جس بیٹے کی ولادت کی خبر دی جا رہی ہے وہ ہزاروں میں سے ایک ۔ نہیں لاکھوں میں سے ایک ۔ نہیں کروڑوں اور اربوں میں سے ایک ہے۔

صرف یہی نہیں کہ مجموعی طور پر اس پیشگوئی کو پورا کر دکھانا کسی انسان کے بس کی بات نہیں بلکہ اس پیشگوئی کے بہت سے اجزاء ایسے ہیں جن میں سے کسی ایک کو پورا کرنے کی بھی کسی انسان کو قدرت نہیں۔''

(سیرت فضل عمر جلد اوّل صـ ۹۴-۹۵)

عربی منظوم کلام

عَلَيَّ لِرَبِّي نِعْمَةٌ بَعْدَ نِعْمَةٍ ⁂ فَلَا زِلْتُ فِي نَعْمَائِهِ اَتَقَلَّبُ

مجھ پر خدا کی نعمت پر نعمت ہے میں ہمیشہ اس کی نعمتوں سے لوٹ پوٹ رہتا ہوں

وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ شَمْسٌ مُنِيْرَةٌ ⁂ وَبَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ بَدْرٌ وَ كَوْكَبُ

اور بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو روشنی دینے والے سورج ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں کا چاند اور ستارے ہیں

جَرَتْ عَادَةُ اللّٰهِ الَّذِيْ هُوَ رَبُّنَا ⁂ يُرِيْ وَجْهَ نُوْرٍ بَعْدَ نُوْرٍ يَذْهَبُ

اللہ تعالیٰ جو ہمارا رب ہے اس کی یہ عادت جاری ہے کہ وہ ایک نور کے جانے کے بعد دوسرے نور کا چہرہ دکھا دیتا ہے

كَذٰلِكَ فِي الدُّنْيَا نَرٰى قَانُوْنَهٗ ⁂ نُجُوْمُ السَّمَا تَبْدُوْا اِذَا الشَّمْسُ تَغْرُبُ

اسی طرح ہم دنیا میں اس کا قانون پاتے ہیں کہ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو آسمان کے ستارے ظاہر ہو جاتے ہیں

تَصُوْلُ الْعِدَا مِنْ جَهْلِهِمْ وَعِنَادِهِمْ ⁂ عَلٰى صُحُفِ مَوْلَانَا وَكُلٌّ يُكَذِّبُ

دشمن ہمارے مولا کے صحیفوں پر اپنی جہالت اور عناد سے حملے کر رہے ہیں اور ہر ایک (دشمن) انہیں جھٹلا رہا ہے

وَهُدًى كَسِمْطَيْ لُؤْلُؤٍ وَزَبَرْجَدٍ ⁂ بِهِ الطِّفْلُ يَلْهُوْ مِنْ عِنَادٍ وَّيَجْدِبُ

اور قرآن تو ایک ہدایت ہے (خوبصورتی میں) موتیوں اور زبرجد کی دو لڑیوں کی طرح ہے لیکن طفلانہ ذہن بوجہ عناد اس سے کھیلتا اور عیب لگاتا ہے

نَرٰى هٰذِهٖ مِنْ كُلِّ قَوْمٍ بِعَيْنِنَا ⁂ فَتَذْرِفُ عَيْنُ الرُّوْحِ وَالْقَلْبُ يَنْشَجِبُ

یہ بات ہم ہر قوم سے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ سورج کی آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل کمر ٹھ رہا ہے

فَاِنَّ مَلَاذِيْ مُسْتَعَانٌ يُحِبُّنِيْ ⁂ وَيَسْقِيْنِ مِنْ كَاسِ الْوِصَالِ فَاَشْرَبُ

سو یقیناً میری پناہ تو وہ وجود ہے جس سے مدد مانگی جاتی ہے اور وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور مجھے وصال کا پیالہ پلاتا ہے سو میں پیتا ہوں

(کرامات الصادقین ۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۰۳)

فارسی منظوم کلام

قربانِ تُست جانِ من اے یارِ محسنم ٭ با من کدام فرق تو کردی کہ من کُنم

اے میرے محسن میری جان تجھ پر قربان ہے۔ تُو نے مجھ سے کون سا فرق کیا ہے کہ مَیں تجھ سے کروں

ہر مطلب و مراد کہ می خواستم زِ غیب ٭ ہر آرزو کہ بود بخاطر مُعیّنم

ہر مراد اور مدعا جو مَیں نے غیب سے طلب کیا اور ہر خواہش جو میرے دل میں تھی

از جُود دادۂ ہمہ آں مدّعائے من ٭ وز لطف کردۂ گذرِ خود بمسکنم

تُو نے اپنی مہربانی سے میری وہ مرادیں پوری کر دیں اور مہربانی فرما کر تُو میرے مسکن پر سے گزرا

ہیچ آگہی نبود زِ عشق و وفا مرا ٭ خود ریختی متاعِ محبّت بدامنم

مجھے عشق و وفا کی کچھ خبر نہ تھی تُو نے ہی خود محبت کی دولت میرے دامن میں ڈال دی

ایں خاکِ تیرہ را تو خود اکسیر کردۂ ٭ بُود آں جمالِ تو کہ نمود است احسنم

اس سیاہ مٹی کو تُو نے خود اکسیر بنا دیا وہ صرف تیرا ہی جمال ہے جو مجھے اچھا لگا

ایں صیقلِ دلم نہ بزہد و تعبّد است ٭ خود کردۂ بلطف و عنایات روشنم

یہ میرے دل کی صفائی زُہد و عبادت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ خود تُو نے اپنے لُطف و احسان سے روشن کر دیا ہے

صد مِنّتِ تو ہست بریں مُشتِ خاکِ من ٭ جانم رہینِ لُطفِ عمیم تو ہم تنم

میرے وجود پر جو خاک کی ایک مٹھی ہے تیرے احسان ہیں میری جان بھی تیری عالمگیر مہربانیوں کی ممنون ہے اور میرا جسم بھی

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۵۸)

درس الحدیث

مسیح موعود کی آمد اور مبارک اولاد

حضرت عبداللہ بن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:۔

"یَنْزِلُ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اِلَی الْاَرْضِ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ۔" (مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ ۴۸۰ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام (مسیح موعودؑ) دنیا میں تشریف لائیں گے وہ شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔

اگرچہ مسیح و مہدی کے تذکرہ میں ایک عظیم بیٹے کی ولادت کا ذکر تاریخ عالم کے اوراق کی زینت ہے مگر سب سے ارفع و اعلیٰ ذکر ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مذکورہ حدیث میں ہے۔ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃٌ للعالمین ہونے کا مفہوم کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ آپؐ نے کس طرح امّت کیلئے ایک رحمت کا نشان بیان فرمایا کہ میری امّت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے اوّل زمانہ میں میں ہوں اور آخر میں مسیح موعودؑ ہوگا اور پھر یہ بشارت دی کہ وہ شادی کرے گا تو اس کے لئے "اولاد" ہوگی۔ جس سے دینِ حق کا غلبہ ہوگا۔

شادی اور پھر اولاد کا ہونا نظامِ فطرت کا حصہ ہے۔ مگر جب کسی مقربِ الٰہی کی شادی اور اولاد کا تذکرہ ہو تو اس میں ایک عظمت و شان کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے لئے ایک نشان ٹھہراتا ہے۔

اس حدیث کی تشریح میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"قَدْ اَخْبَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ یَتَزَوَّجُ وَیُوْلَدُ لَہٗ فَفِیْ ھٰذَا اِشَارَۃٌ اِلٰی اَنَّ اللّٰہَ یُعْطِیْہِ وَلَدًا صَالِحًا یُّشَابِہُ اَبَاہُ وَلَا یَاْبَاہُ وَیَکُوْنُ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ الْمُکْرَمِیْنَ۔"
(روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۷۸)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہوگا نہ کہ مخالف اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا۔ آپ حقیقۃ الوحی میں فرماتے ہیں:۔

"یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اُس کی نسل سے ایک شخص پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین..... کی حمایت کرے گا۔" (روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۳۲۵)

پس اس حدیثِ نبوی سے واضح ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے ساتھ ایک عظیم الشان موعود فرزند پیدا ہوگا جو خاص عظمت و رحمت کا حامل ہوگا۔

اُسوۂ حسنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

اللہ تعالیٰ سے انتہا درجہ کی محبّت

روزہ کی عبادت ــــ لقائے الٰہی کا اہم زینہ

ایڈیٹر

اللہ تعالیٰ کی کامل معرفت کا حصول کامل محبت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اور کامل محبت کے لئے ہی ذکر الٰہی تسبیح و تحمید، دعا اور عبادات ہیں۔ اور یہ نظارہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مقدّسہ کے ایک ایک لمحہ میں بدرجہ اتمّ پایا جاتا ہے۔ آپؐ نے زندگی کا ہر ایک لمحہ محبت الٰہی میں ہی گزارا۔ حرا کی تاریکیوں میں آپ کے روز و شب ذکر و فکر اور عبادات میں گزرے۔ آپؐ دنیوی دلچسپیوں آرام و آسائش کو چھوڑ کر تنہائی کو اختیار کرتے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے جوش میں کئی کئی دن گزارتے۔ سب نعماء دنیا کے میسّر ہوتے ہوئے بھوک اور پیاس برداشت کرتے اور بیوی بچوں سے الگ پتھروں کی اوٹ میں خلوت نشینی اختیار فرماتے۔ چنانچہ اس عظیم سالک کی پکار پر "اِنِّی قَرِیبٌ" کی محبت بھری صدا آئی۔

محبّت الٰہی کے حصول کا ایک اور اہم ذریعہ ــــ روزہ کی عبادت

عبادت کا مرکز و محور تو اللہ تعالیٰ کی محبت ہے۔ یہاں سلوک کی وہ راہیں بیان کرنا مقصود ہے جو ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے انتہائی محبت و قرب کیلئے اختیار کیں۔ چنانچہ اس غرض کے لئے دوسری اہم عبادت روزہ ہے۔ اگرچہ دوسرے مذاہب میں بھی روزہ کی عبادت ہے مگر ان مذاہب کے روزہ اور اسلام کے روزہ میں غیر معمولی فرق ہے۔ دیگر مذاہب کی اس عبادت کا وہ رنگ نہیں ہے۔ محبت و رضائے باری تعالیٰ کے حصول کے لئے قرآن کریم کی تعلیم ہے۔

"یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ" (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۶)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آسانی پسند کرتا ہے اور تنگی و سختی نہیں چاہتا۔

روزہ کا مقصد ـــــ خدا تعالیٰ کی رضا و خوشنودی

عبادت روزہ کا مقصد حصول تقویٰ بیان کیا گیا ہے۔ روزہ کو قرآن کریم کی زبان میں "الصیّام" کہتے ہیں۔ جو الصّوم کی جمع ہے۔ اس کے لغوی معنے رُکنے کے ہیں۔ اور اصطلاحاً کھانے پینے اور جنسی تعلقات سے منقطع ہونے کے ہیں۔ جب ایک مومن جائز اور حلال حقوق کو چھوڑتا ہے تو ناجائز اور حرام امور ظلم و تعدّی سے بدرجہ اولیٰ بچتا ہے اور یہی تقویٰ ہے جو نجات کے لئے اقرب راستہ ہے۔ یعنی روزہ گناہ سے بچنے کی قوت اور خدا تعالیٰ کی رضا و محبت کے حاصل کرنے کے لئے عزم و استعداد پیدا کرتا ہے۔ اور اس کے لئے خدا تعالیٰ نے یُسر کو پسند فرمایا ہے۔ تو گویا خدا تعالیٰ روزہ کے ذریعہ سے مومن کو اپنے قریب لانے کے سامان مہیا فرماتا ہے۔

۱ـ روزہ مومن کے لئے جنّت یعنی محبت الٰہی کا موجب قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو

"فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ النَّارِ وَصُفِّدَتِ الشَّيَاطِيْنُ"

(بخاری کتاب الصوم)

جنّت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

یعنی روزہ کی عبادت کا یہ نتیجہ ہے کہ مومن کو دن رات اس قدر عبادات اور نیکیوں کا موقعہ ملتا ہے کہ جنّت یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا و محبت کا حصول اس طور پر نظر آتا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے دروازے کھول دئے گئے ہیں جبکہ بدیوں اور گناہوں میں روک پیدا ہو جانے کے باعث مومن کے لئے دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور منفی تحریکات کے رُک جانے کے باعث شیطان بھی ناکام و نامراد ٹھہرتے ہیں۔

۲ـ جب رمضان کا چاند نکلتا تو چاند دیکھتے ہی بعد اشتیاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کرتے:۔

"اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ
رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ هِلَالُ رُشْدٍ وَخَيْرٍ" (ترمذی کتاب الدعوات)

یعنی اے میرے خدا! یہ چاند امن و ایمان صحت و سلامتی کے ساتھ نکلے۔ اے چاند! میرا اور تیرا ربّ اللہ تعالیٰ ہے۔ تو خیر و برکت اور رُشد و بھلائی کا چاند بن۔

رمضان المبارک کے چاند کے نکلتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکیوں اور عبادات کے نتیجہ میں امن و سکینت خوشحال زندگی اور رُشد و ہدایت چاہی اور سب سے بڑھ کر توحید کا سبق دیتے ہوئے فرمایا کہ چاند کی کوئی حیثیت نہیں، اصل پس پردہ وہ ارفع و اعلیٰ محسن ہے جس کی خاطر مبارک مہینہ کی عبادات بجا لائی جا رہی ہیں۔

۳۔ ایک حدیث قدسی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي صَائِمٌ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ۔"

(بخاری کتاب الصوم)

یعنی انسان کے اعمال اس کے اپنے لئے ہیں مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا بنوں گا۔ یعنی اس کی اس نیکی کے بدلے میں اسے اپنا دیدار نصیب کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ روزہ ڈھال ہے۔ پس تم میں سے جب کسی کا روزہ ہو تو نہ وہ بے ہودہ باتیں کرے نہ شور و شر کرے۔ اگر اس سے کوئی گالی گلوچ کرے یا لڑے جھگڑے تو وہ جواب میں کہے کہ میں تو روزہ دار ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک (کستوری) سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشگوار ہے۔ (کیونکہ اس نے اپنا یہ حال خدا تعالیٰ کی خاطر کیا ہے) روزہ دار کے لئے دو خوشیاں مقدر ہیں، ایک خوشی اسے اس وقت ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت ہوگی جب روزے کی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہوگی۔

اس حدیث کے مطابق روزہ کی جزاء خود خدا تعالیٰ کی ذات اقدس ہے، اور اسے مومن کیلئے فرحت و خوشی کا موجب قرار دیا گیا ہے۔ پھر وہ تعلیمات دی گئی ہیں جو مومن کیلئے جنت میں لے جانے کا موجب ہیں۔

ایک اور حدیث میں فرمایا کہ جو رمضان کا مہینہ ایمان کی حالت میں اور اپنا احتساب کرتے ہوئے گزارے اس کے تمام گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں۔ ایسے ہی احتساب کی طرف متوجہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ جو جھوٹ (اور اس قسم کی دوسری بُرائیاں) اور اس پر عمل (عادت) کو نہیں چھوڑتا اسے بھوکا پیاسا رہنے (یعنی روزہ دار کہلانے) کی ضرورت نہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے غرباء و مساکین کو صدقات دینے۔ فدیہ اور فطرانہ کی ادائیگی۔ روزہ کا

افطار کروانا موجبِ ثواب قرار دیا۔

۴۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی عبادت اعتکاف اسی محبت الٰہی سے تعلق رکھتی ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا معمول رہا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :۔

"اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ"

(بخاری کتاب الاعتکاف)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔

ایک حدیث میں اعتکاف کی اہمیت کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

"قال انّ مثل المعتکف مثل المحرم القی لنفسہ بلین یدی الرحمٰن فقال واللہ لا ابرح حتی ترحمنی" (در منثور جلد اوّل صفحہ ۲۰۲)

یعنی معتکف کلی طور پر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے حضور میں ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے۔ اے خدا مجھے تیری ہی قسم ہے میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا یہاں تک کہ تو مجھ پر رحم فرمائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعتکاف میں تنہائی کی وہ عبادتیں اور دعائیں ہی تھیں جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی انتہا درجہ کی محبت عطا کی اور آپ پر انوارِ سماویہ کا نزول ہوا۔ جبکہ اسی کا نتیجہ تھا کہ عرب کی سرزمین میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا ہوا۔

ایام اعتکاف میں ہی حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر کی تلاش کے لئے تلقین فرمایا کرتے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو میں کیا مانگوں آپ نے فرمایا۔ یہ دعا مانگنا

"اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ" (ترمذی کتاب الدعوات)

اے میرے خدا تو بخشنے والا ہے۔ بخشش کو پسند کرتا ہے۔ مجھے بخش دے اور میرے گناہ معاف فرما دے۔

روزہ کی عبادت اور اس کی حکمت و فلسفہ ایک تفصیل چاہتا ہے۔ جس کی یہاں گنجائش نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ کے بارہ میں تمام احکامات یہاں تک کہ بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس روحانی بہار کیلئے بڑے ذوق و شوق سے کمربستہ ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کے قرب و محبت کا اہم ذریعہ :۔ رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کے قرب و محبت کا نہایت

اہم ذریعہ ہے۔ قرآن کریم نے اس کو جو رمضان کا نام دیا ہے تو اس نام میں یہ بھی اشارہ موجود ہے۔ رمضان کے معنے تپش کے ہیں۔ درحقیقت یہ وہ تپش ہے جو محبوب کو ہمکلامی کے لئے آمادہ کرتی ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آتشِ عشق سے آپؐ کا وہ محبوب حقیقی ہمکلام ہوا۔ چنانچہ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ میں یہی ذکر ہے۔ یعنی وہ کلام اللہ نازل ہوا۔ جو قیامت تک کے لئے برکات و انوارِ الٰہیہ کا موجب ہے پھر یہی وہ مبارک مہینہ ہے جس نے مومنوں کو یہ مژدۂ عام دیا۔

"اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ"

(سورۃ البقرہ آیت ۱۸۷)

کہ جب ایک سالکِ محبت (اس کی عبادات بجالانے والا) بندہ سوال کرتا ہے کہ اس کا محبوب کہاں ہے، تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں قریب ہوں۔ یعنی جس طرح قریب والا سنتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے اسی طرح وہ مومن کے قریب ہوتا ہے۔ دعا قبول کرتا ہے۔ پس سالک بھی ایسا ہو جو اپنے محبوب کو پورے طور پر قبول کرنے والا۔ کامل توکل رکھنے والا اور مکمل ایمان والا ہو۔ یہی رشد و ہدایت اور کامل محبت کا ذریعہ ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت روزہ کا امتیاز

روزہ کے بارہ میں جو بھی تعلیمات بیان کی گئی ہیں اس کا بہترین نقشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں نظر آتا ہے۔ آپؐ کے روزے آپؐ کے عشق کا پرتو ہیں۔ ہلال رمضان دیکھنے سے ہی آپؐ کی عجیب کیفیت ہوتی۔ آپؐ سراپا جود و سخا بن جاتے۔ صبح و شام ہر لمحہ ہر لحظہ ذکر الٰہی تسبیح و تحمید، عبادات کے لئے خود اور اپنے تمام اعزّہ و اقرباء کو تیار کرتے۔ جب روزہ رکھتے تو ایک عاشقِ صادق کی طرح دعاؤں اور ذکر الٰہی سے ابتداء کرتے۔ روزہ افطار کرتے تو وفورِ محبت کی کیفیت ہوتی اور پھر دعا کرتے اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ یعنی کھانا چھوڑا تھا تو اس کا حکم بجالاتے ہوئے اس کی محبت کے لئے اور اب افطار کرتا ہوں تو بھی اس کے حکم اور اس کی عنایات و کرم سے جو اس نے عطا کیا۔ پھر آپؐ کا روزہ صبر کا مظہر اور معیت خداوندی کا موجب ہوتا۔ اور اس کا اختتام جذبۂ شکر و امتنان کا باعث۔ اسی طرح آپؐ کی جود و سخا کی بھی عجیب کیفیت تھی۔ حدیث میں آتا ہے

"کَانَ اَجْوَدُ بِالْخَیْرِ مِنَ الرِّیْحِ الْمُرْسَلَةِ"

باقی ص۲۱ پر

دعوت الی اللہ کیلئے صحابہ کرام کا کردار

عبدالقدیر قمر۔ مربی سلسلہ احمدیہ

(دوسری اور آخری قسط)

مسلمانوں کے لشکر (یہ لشکر کشی اسلامی سرحدوں کو محفوظ کرنے اور بغاوتوں کی سرکوبی کیلئے ہوتی تھی) جب جہاد بالسیف کے لئے جاتے تو بھی ہر طرح کوشش کرتے کہ لڑائی کی نوبت نہ ہی آئے، بلکہ لوگ اسلام کا ابدی پیغام قبول کرکے ہمیشہ کی زندگی پالیں۔ اس لئے وہ دست پنجہ ہونے سے قبل انہیں دعوتِ اسلام دینا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

جنگ یرموک کی بات ہے جبکہ مسلمان اور کفار کے لشکر باہم برسرِ پیکار تھے۔ ایک دن کفار کے لشکر کا ایک نامی سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے خالد! میں جو کچھ پوچھتا ہوں مجھے سچ سچ بتائیے اور جھوٹ نہ بولئے کہ آزاد آدمی جھوٹ نہیں بولتا۔ اور مجھے دھوکہ بھی نہ دیجئے کہ شریف آدمی دھوکہ دہی اور فریب کاری کی بات نہیں کرتا۔

کیا اللہ پاک نے تمہارے نبیؐ پر آسمان سے کوئی ایسی تلوار اتاری ہے جو انہوں نے تمہیں دی ہے کہ جہاں کہیں تم حملہ کرتے ہو فتح یاب ہو۔

حضرت خالدؓ نے فرمایا۔ نہیں۔

جرجہ (سپہ سالار) نے پوچھا۔ پھر تمہارا نام سیف اللہ کیوں ہے؟

خالدؓ۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف اپنا نبی بھیجا۔ انہوں نے ہمیں اسلام کی دعوت دی۔ ہم میں سے بعض نے مان لیا۔ بعض نے انکار کر دیا۔ میں بھی انکار کرنے والوں میں سے تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔ اور میں بھی مسلمان ہوگیا۔ حضورؐ نے مجھ سے فرمایا۔ تو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر سونتا ہے۔ اور مجھے مدد اور کامیابی کی دعا دی۔ اسی وقت سے میرا نام سیف اللہ پڑ گیا۔

جرجہ۔ خالدؓ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟

خالدؓ ۔ اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

جرجہ ۔ وہ شخص جو آج تمہارے دین میں داخل ہوتا ہے اس کی قدر و منزلت کیسی ہے؟

خالدؓ ۔ ہم سب کا مرتبہ ایک ہے۔ ان تمام معاملات میں جو اللہ پاک نے ہم لوگوں پر فرض کئے ہیں۔ ہمارے شرفاء اور ہمارے عوام، ہمارے پہلے اور ہمارے پچھلے سب برابر ہیں۔

جرجہ ۔ یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ ہم برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ جبکہ تم لوگ پہلے اسلام لا چکے ہو؟

خالدؓ ۔ ہم نے یہ دین بڑی مشکلوں سے اختیار کیا۔ ہم اس وقت مسلمان ہوئے جبکہ نبی کریمؐ بحالت حیات ہمارے درمیان موجود تھے۔ آپؐ پر آسمان سے خبریں آتی تھیں۔ آپؐ ہمیں کتاب اللہ کی خبریں بتاتے اور معجزات دکھاتے تھے۔ اور جو کچھ ہم کو معجزات دکھاتے تھے اور جو کچھ ہم نے دیکھا اور جو ہم نے سنا۔ ہر اس آدمی پر جس نے یہ باتیں دیکھیں اور سنیں حق ہے کہ اسلام لائے۔ اور تم لوگ ایک ایسے زمانے میں ہو کہ تم نے وہ باتیں نہ دیکھیں نہ سنیں۔ اس کے باوجود جو آدمی تم میں سے سچی نیت کے ساتھ اسلام میں داخل ہوتا ہے بے شک ہم سے افضل ہے۔

جرجہ ۔ خدا کی قسم۔ تم نے ہم سے سچی بات کہی اور دھوکہ نہیں دیا۔ مجھے اسلام کی تعلیم دیجئے۔

اس پر حضرت خالدؓ انہیں اپنے خیمہ میں لے آئے۔ نہلایا۔ کلمہ پڑھایا۔ اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر جنگ میں شامل ہوئے اور زخمی ہو کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ (البدایۃ جلد ۷ صـ۱۲-۱۳)

○

صحابہؓ کو اس بات کی کتنی تڑپ تھی کہ ان کے ذریعہ سے کوئی شخص ہدایت پا جائے۔ مگر اس کے بالمقابل ان کو جس قسم کے سلوک سے واسطہ پڑتا تھا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ مشرکہ تھیں اور نہ صرف مشرکہ بلکہ اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف سخت بغض و کینہ کی شکار تھیں۔ حضرت ابوہریرہؓ انہیں تبلیغ کرتے۔ مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوتا۔ ایک دن جب آپ پورے جوش اور ولولے کے ساتھ انہیں حق و صداقت کی دعوت دے رہے تھے، تو بجائے غور کرنے کے انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بے ادبی و گستاخی کا طریق

اپنالیا۔ والدہ کا یہ سلوک دیکھ کر حضرت ابوہریرہؓ کو بہت غم پہنچا اور آپ کا دل درد و الم سے بھر گیا۔ روتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں پہنچے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ۔ میں اپنی والدہ کو دعوت اسلام دیا کرتا تھا۔ وہ انکار کرتی رہتی تھی۔ مگر آج تو انتہا ہو گئی۔ میں نے جب انہیں دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے آپؐ کے بارہ میں بہت نازیبا الفاظ کہے۔ اس لئے آپؐ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔ آپؐ نے فوراً دعا کی کہ

اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ

اے اللہ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں۔ دعا کے بعد خوش خوش اپنے گھر کو چلا۔ میری والدہ نے میرے پاؤں کی آہٹ سن کر کہا۔ ابوہریرہؓ۔ ٹھہرو۔ میں ٹھہر گیا۔ اور اندر سے نہانے کے پانی گرنے کی آواز سنی اور تھوڑی دیر کے بعد میری والدہ باہر آئیں اور فرمانے لگیں۔

اشھد ان لّا الٰہ الّا اللّٰہ واشھد انّ محمّدً رّسول اللّٰہ۔

اے ابوہریرۃ۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ سوائے اللہ کے اور کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (الاصابۃ جلد ۴ صفحہ ۲۴۱)

○

صحابہ کرامؓ تبلیغ کا کوئی موقعہ بھی تو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ وہ ہر مقام۔ ہر جگہ۔ ہر فرد اور ہر قوم کو تبلیغ کرتے تھے۔ عوام ہوں یا خواص۔ غریب ہو یا امیر۔ ہر ایک کو خدا تعالیٰ کا پیغام پہنچاتے تھے۔ اور اس سلسلہ میں وہ کسی خوف یا ڈر کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ بلکہ انجام اپنے پروردگار کے سپرد کرتے تھے۔ جب مسلمان پہلی ہجرت میں حبشہ گئے اور ان کو امن و امان حاصل ہوا تو کفار کو یہ بات بہت ناگوار گذری۔ ان کے لئے یہ برداشت کرنا بہت مشکل ہو گیا کہ مسلمان چین سے رہیں اور راحت و آرام سے زندگی گذاریں اور تبلیغ اسلام کریں۔ اس لئے انہوں نے فوراً عبداللہ بن ربیع اور عمرو بن عاص کو جو قوم میں اپنی معاملہ فہمی۔ ہوشیاری اور جوڑ توڑ کے لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ نجاشی کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ صحابہؓ کی جماعت کو واپس مکہ بھیج دے۔ تا کہ یہ پھر ایک بار ان پر تبلیغ اسلام کے جرم میں ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ سکیں۔ یہ لوگ جا کر نجاشی کے درباریوں سے ملے اور انہیں گراں قدر اشیاء ہدیۃً پیش کیں۔ اور کہا۔

"ہماری قوم کے چند بیوقوف اور جاہل و نادان لوگ اپنا آبائی مذہب چھوڑ کر یہاں آگئے ہیں اور یہاں آکر انہوں نے تمہارا مذہب بھی اختیار نہیں کیا۔ بلکہ یہ ان کا خود ساختہ دین ہے۔ اس لئے انہیں ہمارے حوالہ کرنے میں بادشاہ کے حضور ہماری تائید و حمایت کریں۔"

دوسرے دن بادشاہ کے حضور پیش ہوئے۔ عمرو بن عاص نے اپنا پورا زورِ بیان مسلمانوں کے خلاف صرف کیا۔ درباریوں نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ مگر اس انصاف پرور بادشاہ نے مسلمانوں کا مؤقف بھی سننا پسند کیا۔ اس پر حضرت جعفر بن طیار رضی (جو حضرت علی رضی کے بھائی تھے) نے نہایت زبردست اور مدلّل تبلیغی تقریر کی۔ اور دین اسلام کی حقانیت اور خوبی کو بغیر لومۃ لائم بڑی دلیری سے ثابت کیا۔ اور نہایت تفصیل و تشریح اور بہت عمدگی کے ساتھ اور جامعیت کے ساتھ اسلامی اعتقادات اور اعمال کے متعلق بیان کیا۔ اور آخر پر نجاشی کی فرمائش پر سورۃ مریم کی ابتدائی آیات بھی تلاوت فرمائیں۔ جسے سن کر نجاشی پر رقت طاری ہوگئی اور روتے روتے داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اور بے ساختہ کہا

"یہ تو ویسا ہی کلام ہے جیسے عیسیٰ ؑ بن مریم پر نازل ہوا تھا۔"

اس پر عمرو بن عاص نے ایک اور چال چلی۔ اور بادشاہ کو مسلمانوں اور اسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ الزام لگایا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ ؑ کی عزت نہیں کرتے۔ بلکہ سخت اعتقاد رکھتے ہیں۔ بادشاہ نے دوبارہ مسلمانوں کو بلایا۔ صحابہ رضی ان حالات سے کہاں گھبراتے تھے۔ وہ سچائی کی قوت اور صداقت کی معجز بیانیاں دیکھ چکے تھے۔ اسی لئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم اپنے ایمان کو نہ چھپائیں گے۔ سچ کا اظہار کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے مدد و نصرت کے طالب ہوں گے۔ حضرت جعفر بن طیار رضی نے جوابی خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

> "بادشاہ سلامت! حضور کے سامنے نہ ہم کوئی جھوٹ بولیں گے نہ کسی بات کو چھپائیں گے۔ ہمیں جھوٹ بولنے اور منافقت کرنے سے روکا گیا ہے۔ ہم حضرت عیسیٰ ؑ کے متعلق وہی کہیں گے جس کی تعلیم ہمیں ہمارے رسول ؐ نے دی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ؑ خدا کے نہایت مخلص بندے اور اس کے مقرب رسول تھے۔ ان کا ظہور اس دنیا میں خدا کے اس کلمہ کے باعث عمل میں آیا جو اس نے مریم پر ڈالا۔"

شاہِ وقت پر اس عظیم داعی الی اللہ کی یہ سچی آواز ایسا جادو ئی اثر کر گئی کہ وہ اسلام کی حقانیت کو تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور سرِ دربار کہنے لگا۔ خدا کی قسم جو کچھ تم نے

حضرت عیسیٰ بن مریم کی نسبت بیان کیا ہے۔ پس اس تنخے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں۔

(ابن ہشام صفحہ ۱۱۳-۱۱۱ تاریخ ابن اثیر جلد ۶ صفحہ ۱۳۵-۱۳۲)

اب صحابہ رضؓ کو پہلے سے بھی بڑھ کر امن و امان نصیب ہوگیا اور انہوں نے وہاں دعوتِ حق تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا کام زور و شور سے شروع کر دیا۔ صحابہ رضؓ کی ان تبلیغی مساعیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں سے متعدد افراد بلکہ بعض پادریوں تک اسلام کی آغوش میں آکر راحت پانے لگے۔ اور آہستہ آہستہ چالیس کے قریب عیسائی مسلمان ہوگئے۔ (تاریخ اشاعت اسلام صفحہ ۳۲۲-۳۲۱

(اصابہ جلد ۱ صفحہ ۱۷)

○

تبلیغ کے میدان میں کامیابیوں میں دخل اس سحر انگیز انداز تبلیغ کا بھی تھا جو قلوب انسانی پر اثر انداز ہوئے بنا رہتا ہی نہ تھا۔ جس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہوتا ہے۔

مدینہ منورہ میں آفتاب اسلام کی ضیاء حضرت مصعب رضؓ بن عمیر کے ذریعہ جلوہ گر ہوئی۔ بیعت عقبہ اولیٰ جس میں ۱۲ افراد مدینہ نے اپنے قلوب کو نور ایمان سے منور کیا تھا۔ ان کی تعلیم و تربیت اور مزید تبلیغ اسلام کے لئے انہی کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ان کے ساتھ بھجوایا۔ آپ نے مدینہ پہنچتے ہی حضرت اسعد بن زارہ کے گھر کو تبلیغی مرکز بنا کر پوری تندہی اور جانفشانی کے ساتھ اسلام کی شمعیں روشن کر دیں۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مدینہ کے گھر گھر میں اسلام کا چرچا ہونے لگا۔ اور اوس و خزرج کے لوگ بڑی سرعت کے ساتھ مسلمان ہونے لگے۔ بعض دفعہ تو پورا پورا قبیلہ ایک ہی دن میں مسلمان ہوگیا۔

جب مدینہ میں اسلام لوگوں کے دلوں میں گھر کرنے لگا۔ اوس قبیلہ کے سردار سعد بن معاذ کو بہت برا معلوم ہوا۔ انہوں نے اپنے ایک رشتہ دار اسید بن الحضیر سے کہا کہ تم جاکر مصعب اور اسعد بن زارہ (جو حضرت سعد بن معاذ کے قریبی رشتہ دار تھے) کو اس بے دینی پھیلانے سے منع کر دو۔ چنانچہ وہ گئے اور بڑے غصہ کے لہجہ میں کہنے لگے۔

"تم کیوں ہمارے آدمیوں کو بے دین کرتے پھرتے ہو۔ اس سے باز آجاؤ ورنہ اچھا نہ ہوگا"

پیشتر اس کے کہ حضرت مصعب رضؓ کچھ جواب دیتے حضرت اسعد بن زارہ نے آہستگی سے حضرت مصعب رضؓ سے کہا۔ یہ اپنے قبیلے کے ایک بااثر رئیس ہیں۔ ان سے بہت نرمی اور محبت سے بات کرنا۔ چنانچہ

حضرت مصعبؓ نے بڑے ادب اور محبت کے رنگ میں اُسید سے کہا کہ ۔ آپ ناراض نہ ہوں بلکہ مہربانی فرما کر تھوڑی دیر تشریف رکھیں ۔ اور ٹھنڈے دل سے ہماری بات سُن لیں ۔ اور اس کے بعد کوئی رائے قائم کریں ۔ اُسید اس بات کو معقول سمجھ کر بیٹھ گئے ۔ اور حضرت مصعبؓ نے انہیں قرآن کریم سُنایا ۔ اور بڑی محبت کے پیرایہ میں اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا ۔ اُسید پر اتنا اثر ہوا کہ وہیں مسلمان ہو گئے ۔ پھر انہوں نے واپس جاکر سعدؓ بن معاذ کو بھی کسی بہانہ سے ان کے پاس بھیج دیا ۔ سعد آئے اور بڑے غضبناک ہو کر اسعد بن زارہ سے کہنے لگے کہ

" دیکھو اسعد تم اپنی قرابت داری کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو اور یہ ٹھیک نہیں ہے ۔"

اس پر مصعبؓ نے اسی طرح نرمی اور محبت کے ساتھ ان کو ٹھنڈا کیا ۔ اور کہا کہ آپ ذرا تھوڑی دیر تشریف رکھ کر میری بات سُن لیں ۔ پھر اگر اس میں کوئی چیز قابل اعتراض ہو تو بے شک رد کر دیں ۔ سعد نے کہا ۔ ہاں یہ مطالبہ تو معقول ہے ۔ اور اپنا نیزہ ٹیک کر بیٹھ گئے ۔ اور مصعبؓ نے اسی طرح پہلے قرآن شریف کی تلاوت کی اور پھر اپنے دلکش رنگ میں اسلامی اصول کی تشریح کی ۔ ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ یہ بُت بھی رام تھا ۔ چنانچہ سعد نے مسنون طریق پر غسل کر کے کلمہ شہادت پڑھ دیا ۔ اور پھر اس کے بعد سعد بن معاذؓ اور اسید بن الحضیرؓ دونوں مل کر اپنے قبیلہ والوں کی طرف گئے اور سعد نے اُن سے مخصوص عربی انداز میں پوچھا کہ اے بنی عبد الاشہل تم مجھے کیسا جانتے ہو؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا ۔ " آپ ہمارے سردار اور سردار ابن سردار ہیں ۔ اور آپ کی بات پر ہمیں کامل اعتماد ہے ۔" سعدؓ نے کہا ۔ تو پھر میرے ساتھ تمہارا کوئی تعلق نہیں ۔ جب تک تم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لاؤ ۔ اس کے بعد سعدؓ نے انہیں اسلام کے اصول سمجھائے اور ابھی اس دن پر شام نہیں آئی تھی کہ تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا ۔" (سیرۃ خاتم النبیین صـ ۲۲۴ تا ۲۲۶) (ابن ہشام)

حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت مصعب بن عمیرؓ دونوں حضرت اسعد بن زارہؓ کے گھر ٹھہر گئے ۔ اور لوگوں کو جادۂ مستقیم کی طرف بلاتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدینہ میں کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں سے کوئی نہ کوئی مسلمان نہ ہو گیا ۔ (البدایۃ جلد ۳ صـ ۱۵۲)

○

صحابہ کرامؓ اس بات سے دل برداشتہ نہ ہوتے کہ ان کی بات کسی پر اثر نہیں کر رہی ۔ بلکہ وہ مسلسل کوشش کرتے اور ایک کے بعد دوسرے کو بھیجا جاتا ۔ یہاں تک کہ کامیابی ان کے قدم چومنے لگتی ۔

حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ یمن کی طرف بغرض تبلیغ اسلام حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجا۔ میں بھی ان کے ساتھیوں میں سے تھا۔ ہم چھ ماہ اہلِ یمن کو دعوتِ اسلام دیتے رہے مگر کسی ایک نے بھی اسلام قبول نہ کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بھیجا حضرت علیؓ نے ہمیں نماز پڑھائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ گرامی پڑھ کر سنایا۔

حضرت علیؓ کے اندازِ تبلیغ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ گرامی کی برکت سے سارے کا سارا قبیلہ ہمدان مسلمان ہوگیا۔ جب حضرت علیؓ نے اس کی اطلاع آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں بھجوائی تو آپؐ فوراً سجدہ میں گر گئے۔ اور دعا کی۔ اے اللہ قبیلہ ہمدان پر سلامتی نازل فرما۔ اے اللہ قبیلہ ہمدان پر سلامتی نازل فرما۔ (البدایة جلد ۵ ص۱۰۵)

حضرت عروۃ بن مسعود ثقفیؓ قبیلہ بنی ثقیف کے سردار تھے اور بہت دلعزیز تھے۔ جب رسول اللہؐ غزوہ طائف سے فارغ ہو کر مدینہ کو پلٹے تو انہوں نے راستہ میں ہی جاکر اسلام قبول کر لیا۔ اور وہاں سے آکر اپنے قبیلہ کو دعوتِ اسلام دی۔ ان کو اگرچہ اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی بلکہ تبلیغ اسلام اور خدائے واحد کے نام کو بلند کرنے کے جرم میں ان کے قبیلہ نے انہیں شہید کر دیا۔ تاہم انہوں نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا تھا۔ (سیرۃ صحابہ اسوہ صحابہ جلد ۲ ص۱۲۴)

(۱)

دعوت و تبلیغ میں صرف صحابہؓ ہی عمل پیرا نہ تھے بلکہ صحابیاتؓ بھی اس جہاد یعنی تبلیغ اسلام کے جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھیں۔ اور اس بات کی کوشش کرتی رہتی تھیں کہ وہ نور جس نے ان کے دل و دماغ کو منور کیا ہے ان کے عزیز و اقارب کی ظلمات کو بھی کافور کر دے۔

حضرت ام شریکؓ جو ایک صحابیہ تھیں۔ مخفی طور پر قریش کی عورتوں کو دعوتِ اسلام دیا کرتی تھیں۔ جب قریش کو ان کی اِن مخفی کوششوں کا علم ہوا تو انہوں نے ان کو مکہ سے نکال دیا۔

(سیرۃ صحابہ، اسوہ صحابہ جلد ۲ ص۱۲۲)

(۲)

حضرت اُمِ حکیم بنت الحارث کی شادی عکرمہ بن ابی جہل سے ہوئی تھی۔ آپ فتح مکہ کے دن اسلام میں آئیں۔ مگر آپ کے شوہر عکرمہ بھاگ کر یمن کی طرف جانے لگے۔ اس پر حضرت اُمِ حکیم

نے یمن کی طرف کوچ کیا۔ اور ان کو دعوتِ اسلام دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دربار نبوی میں حاضر ہو کر حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے (حیاۃ صحابہ اردو جلد ۱ صفحہ ۱۷۷)

دعوت الی اللہ کی کامیاب کوششوں کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ کی بہن کا واقعہ بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ جو آپ سے پہلے ایمان لائیں۔ اور بعد ازاں آپ کے ایمان لانے کا موجب بنیں۔ ان کا نام حضرت فاطمہؓ بنت خطاب تھا۔ آپ حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ تھیں۔ آپ اپنے شوہر حضرت سعیدؓ بن زید کے ساتھ آغاز اسلام میں ہی مسلمان ہونے کا شرف پا گئی تھیں۔ حضرت خبابؓ بن ارت آپ کو قرآن اور اسلام کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک دن جبکہ وہ اس گھرانے کو سورۃ طٰہٰ جو ایک کاغذ پر لکھی ہوئی تھی پڑھا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ اسلام کے سخت دشمن تھے اور (نعوذ باللہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے گھر سے نکلے تھے اور نعیم بن عبداللہ کے یہ کہنے پر کہ پہلے گھر کی تو خبر لو۔ تمہاری بہن اور بہنوئی بھی (جو حضرت عمر کے چچا زاد بھائی تھے) محمدؐ کے دائرہ اطاعت میں آ چکے ہیں۔ ان کے گھر آئے۔ حضرت عمرؓ کے قدموں کی آہٹ پا کر حضرت خبابؓ تو چھپ گئے۔ مگر حضرت عمرؓ کے کانوں میں قرآن کی آواز پڑ چکی تھی۔ پوچھا سنا ہے تم دونوں نے محمدؐ کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔ اور اس کے دین میں داخل ہو گئے ہو۔ یہ کہہ کر بہنوئی سے دست و گریبان ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ بچانے کو آگے بڑھیں تو ان کا بھی سر پھوڑ ڈالا۔ اس حالت میں ان کی زبان حق سے نکلا۔ اے عمر سنو۔ تم جو چاہو کر دو۔ لیکن اب اسلام ان دلوں سے نکل نہیں سکتا۔ ان الفاظ میں نہ جانے کیا جادو تھا جو سر چڑھ کر بولا۔ اور حضرت عمر کے دل کو نرم کر گیا۔

بہن کی طرف محبت بھری نظروں سے دیکھا۔ سر سے بہتا خون دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئے۔ اور کہا۔ لاؤ میں دیکھوں تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے۔ بہن نے اس اندیشہ سے کہ یہ کاغذ لے کر ان کی بے ادبی نہ کریں۔ یا لے کر واپس نہ کریں انکار کر دیا۔ جب حضرت عمرؓ کا اصرار بڑھا تو فرمانے لگیں۔ بھائی تم شرک کے سبب نجس ہو۔ اور اس کلام پاک کو نجس ہاتھ نہیں لگ سکتے۔ اس لئے پہلے نہا لو۔ حضرت عمرؓ نے اسی وقت غسل کیا۔ جب نہا کر فارغ ہوئے تو بہن نے قرآن کریم کے اجزاء سامنے لا کر رکھ دیئے۔ حضرت عمرؓ پڑھتے جاتے تھے۔ اور قلب و نظر سے کفر کے تاریک پردے سرکتے جا رہے تھے۔

آخر کار بہن کی مظلومیت، دعوت الی اللہ کا دلنشیں انداز اور قرآن پاک کا حسن دلفریب انہیں

باقی صفحہ ۴۱ پر

شانِ قرآنِ پاک

قرآن وہ کتاب ہے جس کا نہیں جواب ⁘ جسکی تجلّیات سے اُٹھتے ہیں سب حجاب
ہے نغمگی رچی ہوئی اِس کے حروف میں ⁘ معنوں میں اسکے مضطرب آہنگِ انقلاب

ہر حرف اس کا زخمہ ہے سازِ ضمیر پر
زد جس کی آ کے پڑتی ہے رازِ ضمیر پر

کیا دیکھے کوئی روشنی اُمّ الکتاب کی ⁘ کہ جس میں آب و تاب ہے صد آفتاب کی
ہستی کے کارواں کو ہے بانگِ رحیل یہ ⁘ توصیف کیا کرے کوئی حق کے رُباب کی

آیا ہے آسماں سے یہ پیغامِ زندگی
اقوامِ شرق و غرب کا ہے جامِ زندگی

جس کے علومِ نَو بنَو کھُلتے ہیں ہر زماں ⁘ اَبلغ سطور جس کی ہیں مانندِ کہکشاں
سوتے ہیں جس سے پھوٹتے تازہ علوم کے ⁘ ایمان و معرفت کا ہے یہ چشمۂ رواں

قرآں محیط لاجرم سارے عُلوم پر
خورشید حاوی جس طرح ماہ و نجوم پر

عبدالسلام اسلام

ع مبارک وہ جو اب ایمان لایا

پیکرِ اخلاص و وفا ___ "خانصاحب" حضرت منشی اروڑے خاں ......

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے عشق و محبت میں معمور وجود

تحریر:_____ مقصود احمد منیب مربی سلسلہ احمدیہ

"سچائی کے عاشق اور سچائی کو بہت جلد سمجھ جاتے ہیں۔ خدمات کو نہایت نشاط سے بجالاتے ہیں۔ بلکہ وہ تو دن رات اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی خدمت مجھ سے صادر ہو جائے۔ عجیب منشرح الصدر اور جان نثار آدمی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان کو عاجز سے ایک نسبتِ عشق ہے۔ شاید اُن کو اس سے بڑھ کر اور کسی بات میں خوشی نہیں ہوتی ہوگی کہ اپنی طاقتوں اور اپنے مال اور اپنے وجود کی ہر یک توفیق سے کوئی خدمت بجالاویں[1].....۔"

ابتدائی حالات:۔

حضرت منشی محمد اروڑے خاں صاحب...... حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ابتدائی رفقاء میں سے تھے۔ آپ کا شمار ۳۱۳ رفقاء بانی سلسلہ میں ہوتا ہے۔ کپورتھلہ آپ کا مولد و مسکن تھا۔ آپ نے ۸۰ سال سے زائد عمر پائی۔[2]

آپ نے اس زمانہ کے مکاتب و مدارس مروجہ طریق کے مطابق تعلیم پائی لیکن چھوٹی عمر میں ہی آپ کے والد صاحب نے آپ کو کام پر لگا دیا۔ ابھی آپ چھوٹے تھے کہ آپ کے والد صاحب کی وفات ہوگئی۔ اور گھر میں بڑا ہونے کی وجہ سے سارے کنبہ کا بوجھ آپ کے کندھوں پر آپڑا۔

ملازمت:۔

ابتدائی عمر میں ہی آپ نے کچہری میں کام کرنا شروع کیا۔ اور کچھ عرصہ بعد کچہری میں اہلمد ہو گئے۔ آپ نے سرکاری ملازمت میں غیر معمولی ترقی کی۔ روایات حضرت منشی ظفر احمد...... میں ہے:۔

---

[1] (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۳۲)

[2] (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب صفحہ ۵)

"منشی اروڑا صاحب مرحوم عدالت میں نقشہ نویس تھے۔ پھر ترقی پا کر نائب تحصیلدار بھونگہ ہوگئے۔ فقیرانہ زندگی تھی اور لوگ انہیں باپ کی بجائے سمجھتے تھے۔ مسٹر ایل فرینچ کپور تھلہ کے وزیر اعظم تھے۔ جو بعد میں پنجاب گورنمنٹ کے چیف سیکرٹری ہو کر سبکدوش ہوئے۔ وزیر اعظم موصوف نہایت رعب اور دبدبہ والے حاکم تھے۔ ہر ادنیٰ و اعلیٰ ان کی تادیب سے لرزاں و ترساں تھا۔ لیکن منشی اروڑا صاحب کی وہ بہت تعظیم کرتے تھے۔ کہ افسر ایسا ہونا چاہیئے جو اپنی سادگی اور دیانت کی وجہ سے رعایا کے دل میں گھر کر جائے۔ وزیر اعظم موصوف ایک دفعہ دورہ پر گئے اور لوگوں سے پوچھا کہ تمہارا تحصیلدار کیسا ہے۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ وہ تو ہمارے لئے باپ کی بجائے ہے۔ اور ہمارا سچا ہمدرد ہے۔ وزیر اعظم نے منشی صاحب کا گھر دیکھا تو وہ ڈھوبروں کے سوا کچھ نہ تھا۔ بہت متاثر ہوئے۔" [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے پہلی ملاقات:۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے آپ کی پہلی ملاقات ۱۸۸۴ء میں ہوئی۔ آپ اس بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"حضرت اقدس بٹالہ میں مقیم تھے اور (........ بشیر اوّل) زندہ تھے اور ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ جب عیسائیوں کی طرف سے اشتہار شائع ہوا کہ اگر آپ ملہم ہیں تو پھر ہم لفافہ میں کچھ لکھ کر رکھیں آپ بتا دیں جس کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا خدا قادر ہے کہ وہ خفیہ تحریر کو اپنے بندے کو بتلا دے۔ لیکن جب کچھ مضمون بتلا دیں تو آپ کو ایمان لانا ہوگا۔"

حضرت منشی صاحب کا بیان ہے:۔

"ہم لوگ بڑے مذہبی تھے اور مولویوں کو بلا کر وعظ کروایا کرتے تھے۔ لیکن ایسا شخص جو اسلامی اصول کی صداقت کے اثبات کے لئے سینہ تان کر دشمن کے مقابل میں آئے اور کہے کہ میں ثبوت دیتا ہوں، کوئی نہیں تھا اور اسی بات نے ہمارے دل پر اثر کیا۔"

بیعت:۔

۱۸۸۴ء میں براہین احمدیہ پڑھنے کے بعد آپ کو حضرت اقدس ؑ کے ساتھ محبت کا تعلق پیدا ہو چکا تھا۔ آپ حضرت مسیح موعود ؑ سے عرض کرتے رہتے تھے کہ حضور بیعت لے لیں۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب...... فرماتے ہیں:۔

---

[1] (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب ص۱)

"......سرمہ چشم آریہ طبع ہوئی تو حضور نے چار نسخے مجھے اور چار منشی چراغ محمد صاحب کو کپور تھلہ بھیجے، چراغ محمد صاحب دینا نگر (گورداسپور) کے رہنے والے تھے۔ محمد خاں صاحب، منشی اروڑا صاحب، منشی عبدالرحمن صاحب اور خاکسار سرمہ چشم آریہ (بیت الذکر) میں پڑھا کرتے تھے۔ پھر محمد خان صاحب، منشی اروڑا صاحب اور میں قادیان گئے...... پھر ہم تینوں نے بیعت کے لئے کہا۔ کیونکہ "سرمہ چشم آریہ" پڑھ کر ہم تینوں بیعت کا ارادہ کر کے گئے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے بیعت کا حکم نہیں۔ لیکن ہم سے ملتے رہا کرو۔ پھر ہم تینوں بہت دفعہ قادیان گئے......" [۱]

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر فرماتے ہیں کہ:۔

"والد صاحب نے کئی دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور بیعت لے لیں۔ لیکن حضور نے انکار فرمایا کہ مجھے حکم نہیں ہے۔ جب لدھیانہ میں حضور نے بیعت کا اعلان فرمایا تو والد صاحب و محمد خانصاحب اور منشی اروڑا خانصاحب کے نام ایک خط لکھا کہ آپ بیعت کے لئے کہا کرتے تھے۔ مجھے اب اذن الٰہی ہو چکا ہے۔ اس خط کے مطابق مذکورہ اصحاب نے لدھیانہ پہنچ کر بیعت کی۔" [۲]

حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں کہ:۔

"سبز کاغذ پر جب اشتہار حضور نے جاری کیا تو میرے پاس بھی ۶-۷ اشتہار حضور نے بھیجے۔ منشی اروڑا صاحب فوراً لدھیانہ کو روانہ ہو گئے..... اشتہار پہنچنے کے دوسرے دن چل کر تیسرے دن صبح ہم نے بیعت کی۔ پہلے منشی اروڑا صاحب نے پھر میں نے۔ میں جب بیعت کرنے لگا تو حضور نے فرمایا کہ آپ کے رفیق کہاں ہیں؟ میں نے عرض کی منشی اروڑا صاحب نے تو بیعت کر لی ہے۔ محمد خاں صاحب نہا رہے ہیں کہ نہا کر بیعت کریں، چنانچہ انہوں نے نہا کر بیعت کی۔ ان کے ایک دن بعد منشی عبدالرحمن صاحب نے بیعت کی۔ منشی عبدالرحمن صاحب، منشی اروڑا صاحب اور محمد خانصاحب تو بیعت کر کے واپس آ گئے، کیونکہ یہ تینوں تو ملازم تھے۔ میں ۱۵-۲۰ روز لدھیانہ ٹھہرا رہا۔" [۳]

حضرت اقدس سے ملاقاتوں کا سلسلہ:۔

"حضرت منشی صاحب اکثر قادیان آتے، بچے سے اُٹھ کر حضرت صاحب سے ملاقات کرتے اور واپس چلے جاتے۔ حضرت صاحب فرماتے "منشی صاحب اتنی جلدی!

---

۱ (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب ص ۸۶ مطبوعہ مئی ۱۹۹۱ء) ۲ (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب ص ۱۳) ۳ (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب ص ۸۷)

آپ عرض کرتے "حضرت! بس زیارت کے لئے آیا تھا" اس پر حضرت صاحب اکثر یہ شعر پڑھا کرتے کہ:۔

در حقیقت بس است یار یکے ؎ دل یکے، جاں یکے، نگار یکے" لے

حضرت منشی صاحب کو جب کبھی فرصت ملتی قادیان کی طرف دوڑ پڑتے۔ سید عزیز الرحمٰن صاحب بریلوی بیان کرتے ہیں:۔

"کپورتھلہ میں ملازمت کے دوران جب کبھی چھٹی ملتی ایک آدھ دن کی، یا رقم پاس آتی تو کہنے لگتے۔ ابھی تمہارا نشہ نہیں اترا۔ ہم میں سے اگر کوئی کہتا کہ ابھی ہاتھ تنگ ہے تو بہت خفا ہوتے اور کہتے فوراً میرے سامنے سے چلے جاؤ۔

حضرت منشی صاحب جب قادیان آتے تو نئے نئے راستوں سے آتے اور ہر دفعہ نیا تحفہ لے کر آتے۔ جب آپ قادیان آتے تو (البیت) میں اس جگہ کپڑا رکھ دیتے جہاں سے آپ حضرت مسیح موعودؑ کے قریب بیٹھ سکیں۔ نماز ختم ہوتی تو حضرت صاحب کے پاؤں سے لپٹ جاتے۔ حضرت صاحب آپ کو دیکھتے ہی اپنے پاؤں آگے کر دیتے اور آپ پاؤں نرمی سے دباتے رہتے۔" ۲

حضرت منشی صاحب کا مجسٹریٹ سے قادیان جانے کیلئے چھٹی طلب کرنے کا واقعہ:۔

اسی سلسلہ میں حضرت منشی صاحب کے دل میں جو حضرت اقدس سے ملاقات کا شوق اور تڑپ تھی اس کی کیفیت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ کسی دوست نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک واقعہ سنایا جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہنسے اور مجلس میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ بھی محظوظ ہوئے۔

(منشی اروڑے خاں صاحب شروع میں قادیان بہت زیادہ آیا کرتے تھے بعد میں چونکہ بعض اہم کام ان کے سپرد ہو گئے۔ اس لئے جلدی چھٹی ملنا ان کے لئے مشکل ہو گیا تھا۔ مگر پھر بھی وہ قادیان اکثر آتے رہتے تھے۔ ہمیں یاد ہے جب ہم چھوٹے بچے ہوا کرتے تھے تو ان کا آنا ایسا ہی ہوا کرتا تھا جیسے کوئی مدتوں کا بچھڑا ہوا بھائی سالہا سال کے بعد اپنے کسی عزیز سے آکر ملے۔ کپورتھلہ کی جماعت میں سے منشی اروڑے خاں صاحب منشی ظفر احمد صاحب اور منشی محمد خاں صاحب جب بھی آتے تھے تو ان کے آنے سے ہمیں بڑی خوشی ہوا کرتی تھی)...... اس دوست نے نے بتایا کہ منشی اروڑے خاں صاحب تو ایسے آدمی ہیں کہ یہ مجسٹریٹ کو بھی ڈرا دیتے ہیں۔ پھر اس نے سنایا کہ ایک

لے (الفضل یکم نومبر ۱۹۱۹ء)

۲ (الفضل قادیان یکم نومبر ۱۹۱۹ء)

دفعہ انہوں نے مجسٹریٹ سے کہا میں قادیان جانا چاہتا ہوں چھٹی دے دیں۔ اس نے انکار کر دیا۔ اس وقت وہ سیشن جج کے دفتر میں لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا قادیان میں میں نے ضرور جانا ہے مجھے آپ چھٹی دے دیں۔ وہ کہنے لگا کام بہت ہے اس وقت آپ کو چھٹی نہیں دی جا سکتی۔ وہ کہنے لگے بہت اچھا آپ کا کام ہوتا رہے۔ میں تو آج سے ہی بددعا میں لگ جاتا ہوں۔ آپ اگر نہیں جانے دیتے تو نہ جانے دیں۔ آخر اس مجسٹریٹ کو کوئی ایسا نقصان پہنچا کہ وہ سخت ڈر گیا اور جب بھی ہفتہ کا دن آتا وہ عدالت والوں سے کہتا کہ آج کام ذرا جلدی بند کر دینا۔ کیونکہ منشی اروڑے خاں صاحب کی گاڑی کا وقت نکل جائے گا۔ اس طرح وہ آپ ہی جب منشی صاحب کا ارادہ قادیان آنے کا ہوتا انہیں چھٹی دے دیتا اور وہ قادیان پہنچ جاتے۔" [1]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کپورتھلہ آمد اور حضرت منشی صاحب کی والہانہ محبت:۔

ایک مرتبہ حضرت اقدس کپورتھلہ تشریف لے گئے۔ جس والہانہ محبت و اخلاص کا اظہار حضرت منشی صاحب نے کیا۔ اس کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... نے یوں فرمایا:۔

"اُن کی محبت کا یہ نقشہ بھی مجھے کبھی نہیں بھولتا۔ جو گو انہوں نے مجھے خود ہی سنایا تھا۔ مگر میری آنکھوں کے سامنے وہ یوں پھرتا رہتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ کے وقت میں بھی وہیں موجود تھا۔ انہوں نے سنایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وعدہ فرمالیا کہ جب فرصت ملی تو آجاؤں گا وہ کہتے تھے۔ ایک دفعہ کپورتھلہ میں میں ایک دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شدید ترین دشمن اڈے کی طرف سے آیا اور مجھے کہنے لگا۔ تمہارا مرزا کپورتھلے آگیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود مہدی معہود کو جب فرصت ملی تو وہ اطلاع دینے کا وقت نہ تھا۔ اس لئے آپ بغیر اطلاع دئے ہی چل پڑے۔ منشی اروڑے خاں صاحب نے یہ خبر سُنی تو وہ خوشی میں ننگے سر اور ننگے پاؤں اڈے کی طرف بھاگے۔ مگر چونکہ خبر دینے والا شدید ترین مخالف تھا اور ہمیشہ احمدیوں سے تمسخر کرتا رہتا تھا۔ ان کا بیان تھا کہ تھوڑی دُور جا کر مجھے خیال آیا کہ بڑا خبیث دشمن ہے اس نے ضرور مجھ سے ہنسی کی ہوگی۔ چنانچہ مجھ پر جنون سا ہی ہوگیا۔ اور یہ خیال کر کے کہ نہ معلوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے بھی ہیں یا نہیں میں کھڑا ہوگیا۔ اور میں نے اسے بے تحاشہ بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ کہ تو بڑا خبیث اور بدمعاش ہے۔ تُو کبھی میرا پیچھا نہیں چھوڑتا اور ہمیشہ ہنسی کرتا رہتا ہے۔ بھلا ہماری قسمت کہاں کہ حضرت صاحب کپورتھلہ تشریف لادیں۔ وہ کہنے لگا۔ آپ ناراض نہ ہوں اور

---

[1] (الفضل قادیان ۲۸، اگست ۱۹۴۱ء)

جاکر دیکھ لیں۔ مرزا صاحب واقعہ میں آئے ہوئے ہیں۔ اس نے یہ کہا تو پھر میں دوڑ پڑا مگر پھر خیال آیا کہ اس نے ضرور دھوکا کیا ہے۔ چنانچہ پھر میں اسے کوسنے لگا کہ تو تو بڑا جھوٹا ہے۔ ہمیشہ مجھ سے مذاق کرتا رہتا ہے۔ ہماری قسمت ایسی کہاں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ مگر اس نے پھر کہا کہ منشی صاحب وقت ضائع نہ کریں۔ مرزا صاحب واقعہ میں آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ پھر اس خیال سے کہ شاید واقعہ میں آہی گئے ہوں۔ میں دوڑ پڑا۔ مگر پھر خیال آجاتا کہ کہیں اس نے دھوکہ ہی نہ دیا ہو۔ چنانچہ پھر اسے ڈانٹا۔ آخر وہ کہنے لگا مجھے بُرا بھلا نہ کہو اور جاکر اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ واقعہ میں مرزا صاحب آئے ہوئے ہیں۔ غرض میں کبھی دوڑتا اور کبھی یہ خیال کرکے کہ مجھ سے مذاق ہی نہ کیا گیا ہو ٹھہر جاتا۔ میری یہی حالت تھی کہ میں نے سامنے کی طرف جو دیکھا تو حضرت مسیح موعود مہدی معہود تشریف لا رہے تھے۔ اب یہ والہانہ محبت اور محبت کا رنگ کم لوگوں کے دلوں میں پایا جاتا ہے یقیناً بہت ہی کم لوگوں کے دلوں میں۔" [1]

حضرت منشی ظفر احمد صاحب ...... نے اسی واقعہ کے بارہ میں یہ اضافہ فرمایا کہ :۔

"منشی اروڑے خاں صاحب نے عرض کی کہ حضور نے تشریف لانی تھی۔ ہمیں اطلاع فرماتے ہم کرتارپور اسٹیشن پر حاضر ہوتے حضور نے جواب دیا۔ اطلاع دینے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا وہ پورا کرنا تھا ...... ایک دن قیام فرما کر حضور قادیان تشریف لے گئے ...... ہم کرتارپور اسٹیشن پہنچانے گئے۔ یعنی منشی اروڑا صاحب، محمد خاں صاحب اور میں۔" [2]

حضرت منشی اروڑے خاں صاحب کے خلوص و ارادت اور جاں نثاری کا ذکر کتاب ازالہ اوہام میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"حبی فی اللہ منشی محمد اروڑا نقشہ نویس مجسٹریٹی منشی صاحب محبت اور خلوص اور ارادت میں زندہ دل آدمی ہیں۔ سچائی کے عاشق اور سچائی کو بہت جلد سمجھ جاتے ہیں۔ خدمات کو نہایت نشاط سے بجالاتے ہیں۔ بلکہ وہ تو دن رات اسی فکر میں لگے رہتے ہیں کہ کوئی خدمت مجھ سے صادر ہو جائے۔ عجیب منشرح الصدر اور جاں نثار آدمی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ان کو اس عاجز سے ایک نسبت عشق ہے۔ شاید ان کو اس سے بڑھ کر اور کسی بات میں خوشی نہیں ہوتی ہوگی کہ اپنی طاقتوں اور اپنے مال اور اپنے وجود کی ہر یک توفیق سے کوئی خدمت بجا لاویں

---

[1] (الفضل قادیان ۲۸۔ اگست ۱۹۴۱ء)

[2] (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب صفحہ ۸۹ بحوالہ الحکم ۷ تا ۱۴ جولائی ۱۹۳۶ء)

اور دل و جان سے وفادار اور مستقیم الاحوال اور بہادر آدمی ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر بخشے۔ آمین" [1]

حضرت منشی صاحب ...... کا پنشن پانا اور قادیان میں سکونت:-

حضرت منشی صاحب ...... نے پنشن پانے کے بعد مستقل قادیان میں سکونت اختیار کی۔ ۱۹۱۵ء میں آپ دیارِ حبیب میں تشریف لے آئے۔

قادیان میں آپ کے معمولات:-

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر...... فرماتے ہیں:-

"پنشن پانے کے بعد مرحوم قادیان جا رہے اور صحیح معنوں میں دہاں دھونی مار کر بیٹھ رہے۔ اپنا سالن آپ پکاتے۔ لنگر سے روٹی خرید لیتے اور (بیت) مبارک میں پہلی صف کے جنوبی جانب گوشے میں جہاں حضرت مسیح موعود مہدی معہود نماز پڑھا کرتے پنجوقتہ نماز ادا کرتے تھے اور اس بات کو برداشت نہ کر سکتے تھے کہ کوئی اور شخص اس جگہ کو روک لے۔ یہ عشق و محبت تھا جو اس جگہ سے انہیں تا زیست رہا......"

"خاکسار کی آمد و رفت بچپن سے ہی قادیان میں بہت تھی۔ اس لئے منشی اروڑا صاحب مجھ سے بہت محبت کرتے تھے۔ میں نے قانون کا امتحان دینا تھا۔ منشی صاحب سے دعا کے لئے عرض کی۔ فرمانے لگے۔ بہت اچھا۔ دعا کروں گا۔ میرا ایک دوست طالب علم تھا۔ اس نے کہا میرے لئے بھی دعا فرمائیں۔ منشی صاحب نے کچھ مجبوری سی محسوس کر کے فرمایا کہ نہیں بھئی۔ میں ایک وعدہ کر چکا ہوں۔ دعا کرنے میں انسان ذبح ہو جاتا ہے "حلال ہو جاندا ہے" یہ منشی صاحب کے الفاظ تھے۔ غرضیکہ دعا کے بارہ میں اور ایفائے عہد کے متعلق منشی صاحب کا یہ نمونہ بہت غور کے قابل ہے۔" [2]

"بس ایک آرزو باقی ہے":-

حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر کا بیان ہے کہ حضرت منشی اروڑے خاں صاحب ..... کے دل میں بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کی شدید خواہش تھی۔ حضرت شیخ صاحب فرماتے ہیں:-

"ایک دن منشی اروڑا صاحب بہشتی مقبرہ کی طرف جا رہے تھے۔ میں ساتھ تھا۔ فرمانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے میری سب مرادیں پوری کر دیں۔ بس ایک آرزو باقی ہے۔ اور بہشتی مقبرہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے

---

[1] (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ ص ۵۳۲)

[2] (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب...... ص ۱)

کہ یہ جسد خاکی یہاں دفن ہونا باقی ہے"۔ [1]

ایک بار کپور تھلہ میں آمد:-

قادیان سکونت کے بعد آپ بہت کم کپور تھلہ میں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ کپور تھلہ تشریف لے گئے۔ جمعہ کا دن تھا۔ دوستوں کے درخواست کرنے پر کہ آپ خطبہ پڑھیں منشی صاحب نے اعراض کیا مگر دوستوں کے اصرار پر خطبہ کے لئے کھڑے ہوگئے۔ حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر..... فرماتے ہیں چونکہ منشی صاحب کی طبیعت بہت بے لاگ اور صاف گو تھی۔ اس لئے خطبہ کیا تھا شمشیر برہنہ تھی فرمانے لگے:-

"........تم مجھے خطبہ پڑھنے کو کہتے ہو اور میں تمہاری شکلوں سے بیزار ہوں۔ سلسلہ کے کاموں اور چندوں میں سست ہوگئے ہو۔ ہماری روایات کو قائم نہ رکھ سکے۔ میں تم سے بہت ناراض ہوں۔ سیدھے ہوجاؤ اور صاف ہوجاؤ اور کھرے ہوجاؤ۔ غرض اس قسم کا خطبہ بغیر لاگ لپیٹ کے منشی صاحب نے پڑھا چونکہ بزرگ تھے اور ان کا اپنا نمونہ سامنے تھا اس لئے ہر شخص متاثر اور نادم تھا۔" [2]

آپ کی وفات:-

۱۹۱۶ء میں آپ بیمار ہوگئے۔ وفات سے ایک روز قبل نماز مغرب (بیت) مبارک میں ادا کی۔ ۲۵۔ اکتوبر جمعہ کے روز (بعد نماز جمعہ) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی........ ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب..... کے ہمراہ گئے۔ آپ کی نبض دیکھی۔ بخار کا زور تھا۔ اور آنکھیں کھلی تھیں۔ آپ کو چمچہ سے دودھ پلایا گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ..... نماز عصر تک وہاں رہے۔ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب..... کا خیال تھا کہ دماغ کی شریان پھٹ گئی ہے۔ رات ساڑھے بارہ بجے حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب گھر واپس گئے۔ آپ کے جانے کے نصف گھنٹہ بعد یہ عاشق صادق خالق حقیقی سے جاملا۔

۲۶۔ اکتوبر کو حضرت اماں جان..... کے مکان کے احاطہ میں شیخ محمد صاحب پوسٹ مین نے آپ کی میت کو غسل دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بعد نماز عصر آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کو کندھا دیا۔ اور بہشتی مقبرہ میں تدفین ہوئی۔

حضرت منشی اروڑے خاں صاحب کی سیرت و اخلاق:-

جب آپ کی خدمات کے صلہ میں آپ کو خانصاحب کا خطاب ملا۔ تو فرمایا:-

---

[1] (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب..... ص۱۰) [2] (ایضاً ص۱۰)

"دیکھو خدا نے اس (حضرت اقدس مسیح موعود......) کی باتوں کو کیسا سچا ثابت کیا ہے۔ اس نے میرے متعلق لکھا کہ سچائی کے کاموں کے کرنے میں یہ شخص بہادر ہے۔ اب بہادر پٹھان ہوتے ہیں۔ میں ذات کا "چھینبا" (دھوبی) اسکی بات کو سچا کرنے کے لئے خدا نے مجھے خانصاحب کا خطاب دلوایا ہے۔" [1]

جب حضرت منشی صاحب ..... سے پوچھا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوی مسیحیت سے آپ کو گھبراہٹ تو نہیں ہوئی فرمایا کہ

"گھبراہٹ تو ان کو ہوتی۔ جنہوں نے اُن کو دیکھا نہ ہوتا۔ ہم نے تو اس کو دیکھ لیا تھا پھر کیوں گھبراتے۔ اس کے مُنہ نے ہمیں بتا دیا تھا کہ وہ سچا ہے اور جو کہتا ہے حق کہتا ہے..... ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے ہمارے قدم کو مضبوط رکھا ہے۔" [2]

میں نے مرزا صاحب کی شکل دیکھی ہوئی ہے:

ایک مرتبہ ایک جلسہ میں مولوی ثناء اللہ امرتسری نے حضرت صاحب کے خلاف تقریر کی اور احمدیت کے خلاف بہت دلائل دئے جب منشی صاحب کے دوست نے آپ سے کہا کہ اس کا جواب دیں تو کہنے لگے۔

"میں نے مرزا صاحب کی شکل دیکھی ہوئی ہے وہ جھوٹے نہیں ہو سکتے۔" [3]

"میں نے ایسا پاک اور نورانی انسان کوئی نہیں دیکھا":

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ.... حضرت منشی صاحبؓ کے اخلاص و فدائیت اور جذب داثر کی کیفیت سے متعلق ایک ایمان افروز واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"غالباً ۱۶-۱۹۱۵ء کی بات ہے کہ قادیان میں آل انڈیا ینگ مین کرسچن ایسوسی ایشن کے سیکرٹری مسٹر ایچ۔ اے والٹر تشریف لائے۔ ان کے ساتھ لاہور کے ایف سی کالج کے وائس پرنسپل مسٹر لوکاس بھی تھے۔ مسٹر والٹر ایک کٹر مسیحی تھے۔ اور سلسلہ احمدیہ کے متعلق ایک کتاب لکھ کر شائع کرنا چاہتے تھے۔ جب قادیان آئے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... سے ملے اور تحریک احمدیت کے متعلق بہت سے سوالات کرتے رہے اور دوران گفتگو میں کچھ بحث کا سا رنگ بھی پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے قادیان

---

[1] (الفضل قادیان یکم نومبر ۱۹۱۹ء) [2] (الفضل قادیان یکم نومبر ۱۹۱۹ء)

[3] (الفضل قادیان ۲۸ اگست ۱۹۴۱ء)

کے مختلف ادارہ جات کا معائنہ کیا اور بالآخر مسٹر والٹر نے خواہش ظاہر کی کہ بانی سلسلہ احمدیہ کے کسی پرانے صحبت یافتہ عقیدت مند کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ قادیان کی (بیت) مبارک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک قدیم اور فدائی (رفیق) منشی محمد اروڑا سے ان کی ملاقات کرائی گئی۔ اس وقت منشی صاحب مرحوم نماز کے انتظار میں (البیت) میں تشریف رکھتے تھے۔ رسمی تعارف کے بعد مسٹر والٹر نے منشی صاحب موصوف سے دریافت کیا کہ

"آپ مرزا صاحب کو کب سے جانتے ہیں اور آپ نے ان کو کس دلیل سے مانا۔ اور ان کی کس بات نے آپ پر زیادہ اثر کیا؟"

منشی صاحب نے جواب میں بڑی سادگی سے فرمایا:۔

"مَیں حضرت مرزا صاحب کو ان کے دعویٰ سے پہلے کا جانتا ہوں۔ مَیں نے ایسا پاک اور نورانی انسان کوئی نہیں دیکھا۔ ان کا نور اور ان کی مقناطیسی شخصیت ہی میرے لئے ان کی سب سے بڑی دلیل تھی۔ ہم تو ان کے مُنہ کے بھوکے تھے۔"

یہ کہہ کر منشی صاحب حضرت مسیح موعود کی یاد میں بے چین ہو کر اس طرح رونے لگے کہ جیسے ایک بچہ اپنی ماں کی جدائی میں بلک بلک کر روتا ہے۔ اس وقت مسٹر والٹر کا یہ حال تھا کہ یہ نظارہ دیکھ کر ان کا رنگ سفید پڑ گیا تھا۔ اور وہ محوِ حیرت ہو کر منشی صاحب موصوف کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے۔ اور ان کے دل میں منشی صاحب کی اس سادہ سی بات کا اتنا اثر تھا کہ بعد میں انہوں نے اپنی کتاب "احمدیہ موومنٹ (AHMEDIYYA MOVEMENT)" میں اس واقعہ کا خاص طور پر ذکر کیا اور لکھا کہ

"مرزا صاحب کو ہم غلطی خوردہ تو کہہ سکتے ہیں مگر جس شخص کی صحبت نے اپنے مریدوں پر ایسا گہرا اثر پیدا کیا ہم اسے دھوکے باز ہرگز نہیں کہہ سکتے"
(احمدیہ موومنٹ مصنفہ ایچ اے والٹر)

دراصل اگر انسان کی نیت صاف ہو اور اس کے دل و دماغ کی کھڑکیاں کھلی ہوں تو بسا اوقات ایک پاک باز شخص کے چہرے کی ایک جھلک یا اس کے منہ کی ایک بات ہی انسان کے دل کو منور کرنے کے لئے کافی ہو جاتی ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی تاریخ ایسی ہی باتوں سے معمور ہے کہ ایک شخص مخالفت کے جذبات لے کر آیا اور پہلی نظر میں ہی یا پہلے فقرہ پر ہی گھائل ہو کر رہ گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں:۔

؎ صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں ❖ اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم) ؎

؎ دُرِّ منثور ص۱۴۰ تا ۱۴۲)

حضرت منشی صاحب کا مالی قربانی کیلئے جذبہ و شوق :۔

حضرت منشی اروڑے خاں صاحب کے مالی قربانی کے لئے جذبہ و شوق کا ذکر روایات میں اس طرح ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ...... فرماتے ہیں :۔

"ایک دفعہ اوائل زمانہ میں حضرت مسیح موعود ...... کو لدھیانہ میں کسی ضروری تبلیغی اشتہار کے چھپوانے کے لئے ساٹھ روپے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت حضرت صاحب کے پاس اس رقم کا انتظام نہیں تھا اور ضرورت فوری اور سخت تھی۔ منشی صاحب حضرت منشی ظفر احمد صاحب ۔ ناقل کہتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت صاحب کے پاس لدھیانہ میں اکیلا آیا ہوا تھا۔ حضرت صاحب نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اس وقت یہ اہم ضرورت درپیش ہے۔ کیا آپ کی جماعت اس رقم کا انتظام کر سکے گی۔ میں نے عرض کیا حضرت انشاء اللہ کر سکے گی۔ اور میں جا کر روپے لاتا ہوں۔ چنانچہ میں فوراً کپورتھلہ گیا اور جماعت کے کسی فرد سے ذکر کرنے کے بغیر اپنی بیوی کا ایک زیور (تلڑی) فروخت کر کے ساٹھ روپے حاصل کئے اور حضرت صاحب کی خدمت میں لا کر پیش کر دیئے۔ حضرت صاحب بہت خوش ہوئے اور جماعت کپورتھلہ کو (کیونکہ حضرت صاحب یہی سمجھتے تھے کہ اس رقم کا جماعت نے انتظام کیا ہے) دعا دی۔ چند دن کے بعد منشی اروڑا صاحب بھی لدھیانہ گئے تو حضرت صاحب نے ان سے خوشی کے لہجہ میں ذکر فرمایا کہ :۔

"منشی صاحب اس وقت آپ کی جماعت نے بڑی ضرورت کے وقت امداد کی" منشی صاحب نے حیران ہو کر پوچھا کہ "حضرت! کون سی امداد؟ مجھے تو کچھ پتہ نہیں" حضرت صاحب نے فرمایا "یہی جو منشی ظفر احمد صاحب جماعت کپورتھلہ کی طرف سے ساٹھ روپے لائے تھے" منشی صاحب نے کہا "حضرت! منشی ظفر احمد صاحب نے مجھ سے تو اس کا کوئی ذکر نہیں کیا نہ ہی جماعت سے ذکر کیا۔ اور میں ان سے پوچھوں گا کہ ہمیں کیوں نہیں بتایا۔" اس کے بعد منشی اروڑا صاحب میرے پاس آئے اور سخت ناراضگی میں کہا کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی اور تم نے مجھ سے ذکر نہیں کیا۔ میں نے کہا منشی صاحب تھوڑی سی رقم تھی اور میں نے اپنی بیوی کے زیور سے پوری کر دی۔ اس میں آپ کی ناراضگی کی کیا بات ہے؟ مگر منشی صاحب کا غصہ کم نہ ہوا۔ اور وہ برابر یہی کہتے رہے کہ حضرت صاحب کو ایک ضرورت پیش آئی تھی اور تم نے یہ ظلم کیا کہ مجھے نہیں بتایا۔ پھر منشی اروڑا صاحب چھ ماہ تک مجھ سے ناراض رہے۔" [1]

---

[1] (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب ص ۶۱)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے اخلاص و محبت کا ایک ایمان افروز واقعہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... حضرت منشی صاحب کے اخلاص و محبت کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں :-
"مجھے وہ نظارہ نہیں بھولتا اور نہ بھول سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے کہ ایک دن باہر سے مجھے کسی نے آواز دے کر بلوایا اور خادم یا کسی بچے نے بتایا کہ دروازہ پر ایک آدمی کھڑا ہے اور وہ آپ کو بلا رہا ہے۔ میں باہر نکلا تو منشی اروڑے خان صاحب مرحوم کھڑے تھے۔ وہ بڑے تپاک سے آگے بڑھے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور اس کے بعد انہوں نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا جہاں تک مجھے یاد ہے انہوں نے اپنی جیب سے دو یا تین پونڈ نکالے اور مجھے کہا کہ یہ اماں جان کو دے دیں۔ اور یہ کہتے ہی ان پر ایسی رقت طاری ہو گئی اور وہ چیخیں مار مار کر رونے لگ گئے۔ اور ان کے رونے کی حالت اس قسم کی تھی کہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بکرے کو ذبح کیا جا رہا ہے۔ میں کچھ حیران سا ہو گیا کہ یہ کیوں رو رہے ہیں۔ مگر میں خاموش کھڑا رہا۔ اور انتظار کرتا رہا کہ وہ خاموش ہوں تو ان کے رونے کی وجہ دریافت کروں۔ اسی طرح وہ کئی منٹ روتے رہے۔ منشی اروڑے خاں صاحب مرحوم نے بہت ہی معمولی ملازمت سے ترقی کی تھی۔ پہلے کچہری میں وہ چپڑاسی کا کام کرتے تھے۔ پھر اہلمد کا عہدہ آپ کو مل گیا۔ اس کے بعد نقشہ نویس ہو گئے۔ پھر اور ترقی کی تو سررشتہ دار ہو گئے۔ اس کے بعد ترقی پا کر نائب تحصیلدار ہو گئے۔ اور پھر تحصیلدار بن کر ریٹائر ہوئے۔ ابتداء میں ان کی تنخواہ دس پندرہ روپے سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ جب ان کو ذرا صبر آیا تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ روئے کیوں ہیں۔ وہ کہنے لگے میں غریب آدمی تھا۔ مگر جب بھی چھٹی ملتی۔ پھر قادیان آنے کے لئے چل پڑتا تھا۔ سفر کا بہت سا حصہ میں پیدل ہی طے کرتا تھا۔ تاکہ سلسلہ کی خدمت کیلئے کچھ پیسے بچ جائیں۔ مگر پھر بھی روپیہ ڈیڑھ روپیہ خرچ ہو جاتا۔ یہاں آ کر جب میں اُمراء کو دیکھتا۔ کہ وہ سلسلہ کی خدمت کے لئے بڑا روپیہ خرچ کر رہے ہیں تو میرے دل میں خیال آتا کہ کاش میرے پاس بھی ہو اور میں حضرت مسیح موعود مہدی معہود کی خدمت میں بجائے چاندی کا تحفہ لانے کے سونے کا تحفہ پیش کروں۔ آخر میری تنخواہ کچھ زیادہ ہو گئی (اس وقت ان کی تنخواہ شاید بیس پچیس روپیہ تک پہنچ گئی تھی) اور میں نے ہر مہینے کچھ رقم جمع کرنی شروع کر دی۔ اور میں نے اپنے دل میں یہ نیت کی کہ جب یہ رقم اس مقدار تک پہنچ جائے گی جو میں چاہتا ہوں تو میں اسے پونڈ کی صورت میں تبدیل کر کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کروں گا۔ پھر کہنے لگے جب میرے پاس ایک پونڈ کے برابر رقم جمع ہو گئی تو وہ رقم دے کر میں نے ایک پونڈ لے لیا۔ پھر دوسرے پونڈ کے لئے رقم جمع کرنی شروع کر دی اور جب کچھ عرصہ کے بعد اس

کے لئے رقم جمع ہوگئی تو دوسرا پونڈ لے لیا۔ اسی طرح میں آہستہ آہستہ کچھ رقم جمع کر کے انہیں پونڈوں کی صورت میں تبدیل کرتا رہا۔ اور میرا منشاء یہ تھا کہ میں یہ پونڈ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کروں گا۔ مگر جب دل کی آرزو پوری ہوگئی اور پونڈ میرے پاس جمع ہوگئے تو ...... یہاں تک وہ پہنچے تھے کہ پھر ان پر رقت طاری ہوگئی اور وہ رونے لگ گئے۔ آخر روتے روتے انہوں نے اس فقرے کو اس طرح پورا کیا کہ جب پونڈ میرے پاس جمع ہوگئے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات ہوگئی۔

یہ اخلاص کا کیسا شاندار نمونہ ہے کہ ایک شخص چندے بھی دیتا ہے۔ قربانیاں بھی کرتا ہے۔ مہینہ میں ایک دفعہ نہیں۔ دو دفعہ نہیں۔ بلکہ تین تین دفعہ جمعہ پڑھنے کے لئے قادیان پہنچ جاتا ہے۔ سلسلہ کے اخبار کتابیں بھی خریدتا ہے۔ ایک معمولی سی تنخواہ ہوتے ہوئے جب کہ آج اس تنخواہ سے بہت زیادہ تنخواہیں وصول کرنے والے اس قربانی کا دسواں بلکہ بیسواں حصہ بھی قربانی نہیں کرتے۔ اس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ امیر لوگ جب حضرت مسیح موعود مہدی معہود کی خدمت میں سونا پیش کرتے ہیں تو میں ان سے پیچھے کیوں رہوں۔ چنانچہ وہ ایک نہایت ہی قلیل تنخواہ میں سے ماہوار کچھ رقم جمع کرتا اور ایک عرصہ دراز تک جمع کرتا رہتا ہے۔ نہ معلوم اس دوران میں اس نے اپنے گھر میں کیا کیا تنگیاں برداشت کی ہوں گی۔ کیا تکلیفیں تھیں جو اس نے خوشی سے جھیلی ہوں گی۔ محض اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اشرفیاں پیش کر سکے۔ مگر جب اس کی خواہش کے پورا ہونے کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو اس رنگ میں خوشی حاصل کرنے سے محروم کر دیتی ہے۔ جس رنگ میں وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا۔" [1]

حضرت صاحب سے بے تکلّفی اور ادب کا تعلق :۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنے ان رفقاء سے بے تکلّف محبّت کرتے تھے۔ اور اپنے چھوٹے عزیزوں کی طرح ہی ان کو سمجھتے تھے۔ اور بے تکلّفی کا تعلق تھا۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب .... بیان کرتے ہیں کہ

"ایک دفعہ میں اور منشی اروڑا صاحب اکٹھے قادیان میں آئے ہوئے تھے اور سخت گرمی کا موسم تھا اور چند دن سے بارش رکی ہوئی تھی۔ جب ہم قادیان سے واپس روانہ ہونے لگے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوئے تو منشی اروڑا صاحب مرحوم نے حضرت صاحب سے عرض کیا۔ "حضرت گرمی بڑی سخت ہے دعا کریں کہ ایسی بارش ہو کہ بس اوپر بھی پانی ہو اور نیچے بھی پانی ہو۔"

---

[1] (الفضل ۲۸ اگست ۱۹۳۱ء بحوالہ روایاتِ ظفر ص ۶۹، ۷۰)

حضرت صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا

"اچھا اوپر بھی پانی ہو اور نیچے بھی پانی"

مگر ساتھ ہی مَیں نے ہنس کر عرض کیا کہ حضرت یہ دعا انہی کے لئے کریں۔ میرے لئے نہ کریں۔ اس پر حضرت صاحب مسکرا دیئے اور ہمیں دعا دے کر رخصت کیا"

منشی صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"اس وقت مطلع بالکل صاف تھا اور آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہ تھا۔ مگر ابھی ہم بٹالہ کے راستہ میں یکہ میں بیٹھ کر تھوڑی دُور ہی گئے تھے کہ سامنے سے ایک بادل اُٹھا اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر چھا گیا، اور پھر اس زور کی بارش ہوئی کہ راستے کے کناروں پر مٹی اٹھانے کی وجہ سے جو خندقیں بنی ہوئی تھیں وہ پانی سے لبالب بھر گئیں۔ اس کے بعد ہمارا یکہ جو ایک طرف کی خندق کے پاس چل رہا تھا، یک لخت اُلٹا اور اتفاق ایسا ہوا کہ منشی اروڑا صاحب خندق کی طرف کو گرے اور مَیں اونچے راستہ کی طرف گرا۔ جس کی وجہ سے منشی صاحب کے اوپر اور نیچے سب پانی ہی پانی ہو گیا۔ اور مَیں بچ رہا۔ چونکہ خدا کے فضل سے چوٹ کسی کو بھی نہیں آئی تھی۔ مَیں نے منشی اروڑا صاحب کو اوپر اٹھاتے ہوئے ہنس کر کہا "لو اوپر اور نیچے پانی کی اور دعائیں کرا لو" اور پھر ہم حضرت صاحب کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے آگے روانہ ہوئے"۔ [1]

یہ تھا وہ محبت اور اخلاص اور فدائیت اور عشق کا وہ مؤدبانہ اور بے تکلفانہ تعلق جو حضرت مسیح موعودؑ کو اپنے رفقاء سے تھا اور ان رفقاء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تھا۔

اطاعت:-

حضرت منشی ظفر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں کہ

"حضور ایک مرتبہ لدھیانہ جا رہے تھے، ہم کرتار پور سے آپ کے ساتھ ریل میں سوار ہوئے، یعنی منشی اروڑا صاحب، محمد خاں صاحب اور خاکسار حضور انٹر کے درجے میں تھے۔ ہم اتفاق سے وہیں جا بیٹھے مگر ہمارے پاس تیسرے درجہ کا ٹکٹ تھا۔ حضور نے پوچھا آپ کے پاس ٹکٹ کون سے درجے کے ہیں۔ (یہ محض اتفاقیہ اور خلافِ معمول بات تھی جو حضور نے دریافت فرمایا) ہم نے کہا سوئم درجے کے ٹکٹ ہیں۔ آپ نے فرمایا انٹر کا کرایہ ادا کر دینا۔ جب اسٹیشن پر ہم نے وہ زائد پیسے دیئے تو سٹیشن ماسٹر نے جو ہمارا واقف تھا لینے سے انکار کیا کہ معمولی بات ہے۔ منشی اروڑا صاحب

---

[1] (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب صفحہ ۶۰-۶۱)

نے کہا کہ یہ ہمارے مرشد کا حکم ہے ۔ اس پر بہت اثر ہوا ۔ اور وہ پیسے ادا کئے گئے ۔" لہ

بچوں سے محبت :۔ حضرت منشی صاحب اکثر قادیان تشریف لاتے تھے ۔ جب بھی آپ قادیان آتے تو فوری طور پر حضرت صاحب کو اطلاع دیتے تھے ۔ بچوں کو بلاتے تھے اور خاص طور پر جب آپ قادیان آتے تو بچوں میں ایک شور پڑ جاتا ۔ کہ منشی صاحب آ گئے، منشی صاحب آ گئے ۔ آپ بھی اکثر صاحبزادگان کو قاصد بنا کر بھیجا کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ آپ آئے تو میاں بشیر احمد صاحب کو قاصد بنا کر بھیجا تو میاں صاحب حضرت صاحب کا دامن پکڑ کر آپ کو باہر لے آئے ۔ اس پر حضرت صاحب نے ہنس کر فرمایا :۔

"منشی جی ! آپ کے پیادے بڑے سخت ہیں ۔" ؏

حضرت منشی اروڑے خاں صاحب .... کا مقام

ا۔ معیت آخرت کا وعدہ :۔ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے ازالہ اوہام میں جس رنگ میں حضرت منشی اروڑے خاں صاحب ..... کے اخلاص اور عشق و وفا کا ذکر فرمایا ہے ۔ اس کا ذکر ابتداء میں کیا جا چکا ہے ۔ حضرت اقدس نے احباب کپورتھلہ سے جس معیتِ آخرت کا وعدہ فرمایا تھا ۔ ان میں حضرت منشی اروڑے خاں صاحب کا بھی ذکر فرمایا ۔ چنانچہ حضرت منشی محمد خاں صاحب کے نام حضرت اقدس کے مکتوب ۲۷ ۔ جنوری ۱۸۹۴ء میں مرقوم ہے ۔ حضور نے فرمایا :۔

"آپ دلی دوست اور مخلص ہیں اور میں آپ کو اور اپنی اس تمام مخلص جماعت کو ایک وفادار اور صادق گروہ یقین رکھتا ہوں ۔ اور مجھے آپ سے اور منشی اروڑا صاحب اور دوسرے کپورتھلہ کے دوستوں سے دلی محبت ہے ...... میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ اس دنیا اور آخرت میں خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے ساتھ ہوں گے ۔ اور آپ ان دوستوں میں سے ہیں جو بہت ہی کم ہیں ۔ آپ نے دلی محبت سے ساتھ کیا اور ہر ایک موقعہ پر صدق دکھلایا ۔ پھر کیونکر فراموش ہو سکتے ہیں ۔ چاہیئے کہ فرصت کے وقتوں میں ہمیشہ ملتے رہیں ۔" ؎

لہ (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب ص ۱۳۳) ؏ (الفضل یکم نومبر ۱۹۱۹ء)

؎ (بدر مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۰۸ء روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب ص ۱۴۹)

۲۔ انہوں نے بیعت ہی نہیں کی بلکہ عشق پیدا کیا ہے:۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ...... نے احباب کپور تھلہ کے اخلاص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ خاص خاص جگہوں میں خاص خاص خصوصیتیں ہوتی ہیں۔ کپور تھلہ کی مٹی میں خدا تعالیٰ نے وہ اثر رکھا ہے کہ یہاں جس قدر لوگ سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں کسی دلیل۔ کسی معجزہ۔ کسی نشان کی وجہ سے نہیں ہوئے اور نہ انہیں کسی کشف کرامت کی ضرورت ہے کہ ان کے ایمان کو قائم رکھے۔ بڑے سے بڑا ابتلاء ہو اور کیسا ہی سخت امتحان ہو ان لوگوں پر خدا کا کچھ ایسا فضل ہے کہ ان کا پائے ثبات ذرہ بھی لغزش نہیں کھاتا اور اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کی معجزانہ زندگی کو دیکھ کر بیعت ہی نہیں کی بلکہ عشق پیدا کیا ہے اور یہاں تک ترقی کی ہے کہ "لیلیٰ را بچشم مجنوں باید دید" کا معاملہ ہو گیا ہے۔" [1]

"کام خود بخود ہو جاتا ہے":۔

آپ حضرت منشی اروڑے خاں صاحب کے مقام توکل جس سے ان کی عظمت ظاہر ہوتی ہے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"ایک بات نے تو مجھ پر وہ اثر کیا کہ میری روح کو قول بلیٰ یاد آ گیا۔ اور اگرچہ اس کا لکھنا شاید عام لوگوں کے لئے مفید ثابت نہ ہو لیکن بعض بامذاق لوگوں کے لئے جن کو خاص ذوقی بات عام دلائل سے زیادہ فائدہ مند ہوتی ہے شاید مفید ثابت ہو۔ منشی محمد اروڑا صاحب جو حضرت صاحب کے نہایت پرانے مریدین میں سے ہیں اور حضرت اقدس سے خاص محبت جو شاید دوسری جگہ بہت کم ملے رکھتے ہیں۔ انہوں نے سنایا کہ ایک دفعہ حضرت اقدس نے مجھ سے پوچھا کہ سب لوگ دعا کیلئے کہتے ہیں اور آپ بالکل نہیں۔ اسکی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ میں آپ خدا سے مانگ لیتا ہوں۔ اور اس وقت آپ پر اس کے احسانات اور کرم ہیں ان کو زیر نظر رکھ لیتا ہوں اور وہ کام خود بخود ہو جاتا ہے۔ مجھے اس سے ایک تو ان کے ایمان پر خیال گیا کہ کیا ایمان ہے اور خدا تعالیٰ کے رحموں پر کس قدر بھروسہ ہے اور دوسرے حضرت اقدس کی سچائی پر کیسا ایمان ہے۔" [2]

---

[1] (الحکم مورخہ ۷ تا ۱۲ مئی ۱۹۰۹ء۔ روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب .... ص ۲۳-۲۴)

[2] (الحکم مورخہ ۷ تا ۱۲ مئی ۱۹۰۹ء۔ روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب .... ص ۲۴-۳۵)

حضرت منشی صاحب کی ہمہ وقت کوشش ہوتی تھی کہ کوئی موقعہ حضرت اقدس کی خدمت کا ہو تو وہ سبقت کا مظاہرہ کریں۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی ..... نے کپورتھلہ کے ان عشاق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"میرے لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ ان عشاق میں سے کسی کا کیا مقام تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے۔ مَیں نے حضرت منشی حبیب الرحمٰن صاحب، حضرت منشی محمد خاں صاحب، حضرت منشی اروڑے خاں صاحب، حضرت منشی ظفر احمد صاحب کو نہایت گہری نظروں سے دیکھا۔ ان بزرگوں کو بھی اپنے خادم بھائی سے محبت تھی...... مَیں نے ان میں سے جس کے حال پر غور کیا تو حضرت مسیح موعود مہدی معہود کے ساتھ محبت اور عشق اور آپ کی اطاعت اور فدائیت کے پہلو میں بے نظیر پایا۔" ؎

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے تحریر فرماتے ہیں:۔

"تین بزرگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حضرت میاں محمد خان صاحب مرحوم، حضرت منشی اروڑا صاحب مرحوم اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب مرحوم۔ یہ تینوں بزرگ حقیقۃً شمع مسیح کے جاں نثار پروانے تھے۔ جن کی زندگی کا مقصد اس شمع کے گرد گھوم کر جان دینا تھا۔ انتہا درجہ کے محبت کرنے والے۔ انتہا درجہ مخلص۔ انتہا درجہ وفادار۔ انتہا درجہ جاں نثار۔ اپنے محبوب کی محبت میں جلنے والے جن کا مذہب عشق تھا۔ اور پھر عشق۔ اور عشق میں ہی انہوں نے اپنی ساری زندگیاں گزار دیں۔ کیا یہ لوگ کبھی مر سکتے ہیں؟

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما" ؎۲

؎ (روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب صـ۴۹)

؎۲ (الفضل ۴ ستمبر ۱۹۴۱ء بحوالہ روایات حضرت منشی ظفر احمد صاحب صـ۵۹)

محترم پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب کی وفات پر تعزیتی قرار دادیں

احمدیت کے نامور فرزند، حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے نشان "علم و معرفت" کے مصداق، مملکت پاکستان کے قابل فخر سپوت، ایک عظیم دانشور اور نوبل انعام یافتہ سائنسدان کی وفات پر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ کو مندرجہ ذیل تعزیتی قرار دادیں موصول ہوئی ہیں:
جماعت احمدیہ یوکے، پشاور۔ مجالس انصار اللہ اسلام آباد شرقی، لاہور، یوکے

اللہ تعالیٰ پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب کو اپنے قرب خاص میں ارفع مقام عطا کرے۔ آمین

بقیہ: اُسوۂ حسنہ

یعنی آپؐ خدا تعالیٰ کی محبت میں اسکی مخلوق کے لئے ایسے سخی تھے۔ جیسے (رحمت کی) ہوا ہوتی ہے۔ مرسلہ سے آپؐ کے اسوہ حسنہ کی بڑی خوبصورت تصویر پیش کی گئی ہے۔ اس کا اندازہ کیفیت سے ہو سکتا ہے۔ الفاظ سے اس کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔

آخری عشرہ کی عبادات بھی آپؐ کے عشق و محبت کو ظاہر کرتی ہیں۔ ایک لیلۃ القدر کی تلاش میں دس راتیں قیام و سجود میں گزارتے ہیں۔ ایک چار دیواری کے اندر۔ دنیا کے آسائش و آرام اور معمولات زندگی ترک کر کے تنہا عبادت، ذکر الٰہی میں گہرا انہماک۔ کہیں اور ایسا عظیم الشان اسوہ نظر نہیں آتا۔ غرض روزوں میں خدا تعالیٰ کی مخلوق سے محبت اور خدا تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کا جو رنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا۔ اس کی مثال نہیں ملتی مختصر یہ کہ نماز نے خدا کے حُسن کا نقش صفات کے آئینہ میں دکھایا روزہ نے اس کی لقاء کے لئے ہر دُکھ اٹھایا۔ ؎

عشق است کہ در آتشِ سوزاں بنشاند
عشق است کہ بر خاکِ مذلّت غلطاند

بقیہ: صحابہ کا کردار

اسلام کا شیدائی بن گیا۔ اور ان کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

(اسد الغابہ جلد ۴ صـ ۵۴-۵۵ سیرت ابن ہشام)

حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے اپنے غلام کو اسلام کی دعوت دی۔ اس نے باوجود ہر قسم کی ترغیب کے انکار کیا تو فرمایا۔ لا اکراہ فی الدین۔ یعنی مذہب میں جبر نہیں۔ (کنز العمال جلد ۵ صـ ۴۹)

آپ نے حکام کو ہدایت دے رکھی تھی کہ جنگ سے پہلے محاسنِ اسلام پیش کئے جائیں شریعت بیضاء کی طرف دعوت دی جائے۔ نیز یہ ہدایات بھی دیں کہ اپنے آپ کو مجسّم اخلاق بنائیں۔ یہ اخلاقی تفوق کا نتیجہ تھا کہ رومی سفیر اسلامی کیمپ میں آیا تو سادگی و خاکساری دیکھ کر خود بخود مسلمان ہو گیا۔ مصر کا ایک رئیس مسلمانوں کے حالات سُن کر اسلام کا گرویدہ ہو گیا۔ اور دو ہزار کی نفری کے ساتھ حلقۂ اسلام میں آگیا۔ (سیر صحابہ جلد ۱ صـ ۱۴۶)

وہ عربی قبائل جو عراق و شام میں آباد تھے حضرت عمرؓ کو ان لوگوں میں تبلیغ کا خاص خیال تھا۔ چنانچہ آپ کی توجہ سے اکثر قبائل حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

رُوحانی برکات کے لحاظ سے زندہ نبی

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے واعظ بازاروں اور گلیوں اور کوچوں میں نہایت دُجر دریدہ دہنی سے اور سراسر افترا سے ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء اور افضل الرسل والاصفیاء اور سید المعصومین والاتقیاء حضرت محبوب جناب احدیت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ قابلِ شرم جھوٹ بولا کرتے تھے کہ گویا آنجناب سے کوئی پیشگوئی یا معجزہ ظہور میں نہیں آیا اور اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے علاوہ ہزارہا معجزات کے جو ہمارے سید و مولیٰ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف اور احادیث میں اس کثرت سے مذکور ہیں جو اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہیں، تازہ بتازہ صدہا نشان ایسے ظاہر فرمائے ہیں کہ کسی مخالف اور منکر کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہم نہایت نرمی اور انکسار سے ہر ایک عیسائی صاحب اور دوسرے مخالفوں کو کہتے رہے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ درحقیقت یہ بات سچ ہے کہ ہر ایک مذہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہو کر اپنی سچائی پر قائم ہوتا ہے اس کیلئے ضرور ہے کہ ہمیشہ اس میں ایسے انسان پیدا ہوتے رہیں کہ جو اپنے پیشوا اور ہادی اور رسول کے نائب ہو کر یہ ثابت کریں کہ وہ نبی اپنی روحانی برکات کے لحاظ سے زندہ ہے فوت نہیں ہوا کیونکہ ضرور ہے کہ وہ نبی جس کی پیروی کی جائے جس کو شفیع اور منجی سمجھا جائے وہ اپنے روحانی برکات کے لحاظ سے ہمیشہ زندہ ہو اور عزت اور رفعت اور جلال کے آسمان پر اپنے چمکتے ہوئے چہرہ کے ساتھ ابدالآباد یہی طور پر مقیم ہو اور خدائے ازلی ابدی حی قیوم ذوالاقتدار کے دائیں طرف بیٹھنا اس کا ایسے پرزور الٰہی نوروں سے ثابت ہو کہ اس سے کامل محبت رکھنا اور اس کی کامل پیروی کرنا لازمی طور پر اس نتیجہ کو پیدا کرتا ہو کہ پیروی کرنے والا روح القدس اور آسمانی برکات کا انعام پائے اور اپنے پیارے نبی کے نوروں سے نور حاصل کر کے اپنے زمانہ کی تاریکی کو دور کرے ...... یہی ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ نبی زندہ اور آسمان پر ہے سو ہم اپنے خدائے پاک ذوالجلال کا کیا شکر کریں کہ اس نے اپنے پیارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی کی توفیق دے کر اور پھر اس محبت اور پیروی کے روحانی فیضوں سے جو سچی تقویٰ اور سچے آسمانی نشان ہیں کامل حصہ عطا فرما کر ہم پر ثابت کر دیا کہ وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبی فوت نہیں ہوا۔ بلکہ وہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیک مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے۔"

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۷ تا ۱۳۹)